پیو ٹھنڈا ٹھنڈا،
بولو میٹھا میٹھا!
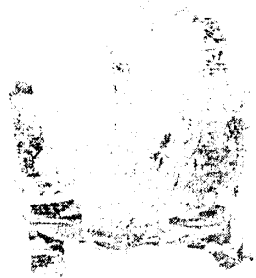
ماہنامہ

کراچی

مسلسل اشاعت کا اٹھائیسواں سال

جلد:۲۸ شمارہ:۶

جون ۲۰۰۸ء / جمادی الاول ۱۴۲۹ھ

ہدیہ فی شمارہ: 30 روپے

سالانہ: عام ڈاک سے: -/200 روپے

رجسٹرڈ ڈاک سے: -/350 روپے

بیرونِ ممالک: 50 امریکی ڈالر سالانہ

نوٹ

دائرے میں سرخ نشان ممبر شپ ختم ہونے کی علامت ہے۔ زرِ تعاون ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

رقم دستی یا منی آرڈر/ بینک ڈرافٹ بنام "ماہنامہ معارفِ رضا" ارسال کریں، چیک قابلِ قبول نہیں۔ ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر: کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 45-5214- حبیب بینک لمیٹڈ، پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی۔

نوٹ: ادارتی بورڈ کا مراسلہ نگار/مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

25۔ جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل)، صدر، پوسٹ بکس نمبر 7324، جی پی او صدر، کراچی 74400۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان

فون: 2725150-21-92+ فیکس: 2732369-21-92+

ای میل imamahmadraza@gmail.com ویب سائٹ www.imamahmadraza.net

(پبلشر مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل سے شائع کیا۔)

فہرست

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ

عارضِ شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں

جابجا پرتوفگن ہیں آسماں پر ایڑیاں
دن کو ہیں خورشید، شب کو ماہ و اختر ایڑیاں

نجم گردوں تو نظر آتے ہیں چھوٹے اور وہ پاؤں
عرش پر پھر کیوں نہ ہوں محسوس لاغر ایڑیاں

دب کے زیرِ پا نہ گنجایش سمانے کو رہی
بن گیا جلوہ کفِ پا کا ابھر کر ایڑیاں

ان کا منگتا پاؤں سے ٹھکرادے وہ دنیا کا تاج
جس کی خاطر مرگئے مُنعَم رگڑ کر ایڑیاں

دو قمر دو پنجۂ خور دو ستارے دس ہلال
ان کے تلوے پنجے ناخن پائے اطہر ایڑیاں

ہائے اس پتھر سے اس سینہ کی قسمت پھوڑیے
بے تکلف جس کے دل میں یوں کریں گھر ایڑیاں

تاج روح القدس کے موتی جسے سجدہ کریں
رکھتی ہیں واللہ وہ پاکیزہ گوہر ایڑیاں

ایک ٹھوکر میں احد کا زلزلہ جاتا رہا
رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں

چرخ پر چڑھتے ہی چاندی میں سیاہی آگئی
کرچکی ہیں بدر کو ٹکسال باہر ایڑیاں

اے رضا طوفانِ محشر کے طلاطم سے نہ ڈر
شاد ہو، ہیں کشتیِ امت کو لنگر ایڑیاں

نائبِ مصطفیٰ، شاہ احمد رضا

منقبتِ اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی الشاہ احمد رضا خاں علیہ رحمۃ الرحمٰن

از جناب سید محمد ایوب صاحب رضوی بریلوی علیہ الرحمۃ

اہلِ سنت پہ ہے بار احساں تیرا　　نائبِ مصطفیٰ، شاہ احمد رضا

دودھ کا دودھ، پانی کا پانی کیا　　کس نے تیرے سوا، شاہ احمد رضا

تیرے مشتاق نادیدہ ہیں سینکڑوں　　محوِ حسنِ لقا، شاہ احمد رضا

دوست، دشمن کی تھی کچھ نہ ہم کو خبر　　تُو نے ظاہر کیا، شاہ احمد رضا

ایک میں کیا، ہزاروں ہیں شیدا تیرے　　بندگانِ خدا، شاہ احمد رضا

پوچھے اللہ والوں سے رتبہ تیرا　　مرحبا مرحبا شاہ احمد رضا

سچ تو یہ ہے کسوٹی ہے ایمان کی　　ہے کھرے سے کھرا، شاہ احمد رضا

کوئی منصور اعدا میں ہو کس طرح　　شیرِ شیرِ خدا، شاہ احمد رضا

گل ہزاروں کھلے گلشنِ دہر میں　　پھول اعلیٰ کھلا، شاہ احمد رضا

آستانہ تیرا چھوڑ جائیں کہاں　　تیرے در کے گدا، شاہ احمد رضا

مجھ کو جو کچھ ملا، تیرے در سے ملا　　واہ کیا ہے عطا، شاہ احمد رضا

خوفِ محشر اور ایوبِ رضوی تجھے
آپ لیں گے بچا، شاہ احمد رضا

﴿اپنی بات﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آہ مسعودِ ملت!

شہر میں اِک چراغ تھا، نہ رہا

مدیرِ اعلیٰ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری کے قلم سے

قارئین کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اسلامیانِ برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش گذشتہ ایک سال میں (جولائی ۲۰۰۷ء۔اپریل ۲۰۰۸ء) پے بہ پے متعدد جانکاہ صدموں سے دوچار ہوئے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ عرصہ ہمارے لیے سانحہ اور آزمائش کا سال رہا تو بے جانہ ہوگا۔ اس قلیل مدت میں نامور مسند نشینانِ مجلسِ علم و عرفان یکے بعد دیگرے عازمِ سفرِ آخرت ہوئے اور افرادِ ملتِ اسلامیہ کو روتا اور بلکتا چھوڑ گئے۔

سوزِ دل، اشکِ رواں، آہِ سحر، نالۂ شب

ایں ہمہ از اثرِ لطفِ شما می بینم

(حافظؔ)

...... ۱۵؍جولائی ۲۰۰۷ء کو تلمیذِ صدر الشریعہ حضرت مفتی غلام یٰسین رازؔ امجدی واصلِ بحق ہوئے۔

...... ۳؍اگست ۲۰۰۷ء کو نبیرۂ استاذِ زمن حضرت حسنؔ رضا بریلوی، صدر العلماء علامہ تحسین رضا بریلوی شہیدِ راہِ حق ہوئے۔

...... ۴؍اگست ۲۰۰۷ء کو سلطان الواعظین علامہ ابو النور بشیر کوٹلوی داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہوئے آغوشِ رحمتِ الٰہی میں جا پہنچے۔

...... یکم ستمبر ۲۰۰۷ء کو محققِ رضویات، شرفِ ملت حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری دارِ فنا کے خارزار سے کوچ کر کے دارِ بقا کے سبزہ زار میں زیرِ سایۂ رحمتِ پروردگار جا بسے۔

...... ابتدائے سالِ نو ہجری و عیسوی (۲؍محرم الحرام ۱۴۲۹ھ/ ۱۲؍جنوری ۲۰۰۸ء) میں جلال الدین و الملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین قادری رضوی اپنے علمی جاہ جلال کی جولانیاں دکھانے کے بعد آغوشِ رحمتِ ربِّ ذوالجلال میں آسودۂ گل و گلزار ہو گئے۔ رحمھم اللہ تعالیٰ رحمت واسعہ۔

...... اور اب ۲۸؍اپریل ۲۰۰۸ء کو:

اِک محسنِ ملت سے ہوئی اور جدائی!

ناشرِ رضویت، ماہرِ رضویات، مسعود نام، صفتِ حق و صداقت، مسعودِ ملت، سراپا محبت و شفقت، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کے یومِ تاسیس (۱۹۸۰ء) سے نگران و سرپرست حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری نقشبندی علیہ الرحمۃ اللہ الباری نے پیکرِ تسلیم رضا بن کر نفسِ مطمئنہ کے ساتھ داعیٔ اجل کی آواز پر لبیک کہا اور فانی فی اللہ کی منزل سے گذر کر باقی باللہ کے مقام پر فائز ہو گئے۔

ماہرِ رضویات مسعودِ ملت محمد مسعود احمد صاحب علیہ الرحمۃ زندگی بھر اپنے ایمان اور ایقان پر ثابت قدم رہے۔ ایسی ہی ہستیوں کے لیے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یَآ اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُO ارْجِعِیٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃًO فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْO وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْO

(الفجر: ۸۹/ ۲۷ تا ۳۰)

ترجمہ: اے اطمینان والی جان! اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی، پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ۔ (کنزالایمان)

حقیقت یہ ہے کہ مسعودِ ملت کی اچانک رحلت نے تمام عالمِ اہلِ سنت کو نہ صرف سوگوار کر دیا بلکہ مذکورہ ''سبقونا بالایمان'' کی جدائی کے زخموں کو پھر سے ہرا کر دیا۔ قحط الرجال کے اس دور میں اب دنیائے اہلِ سنت کا ہر فرد بالخصوص رجالِ علم و تحقیق حالتِ غم و اندوہ میں ایک دوسرے کا منہ تکتے پھر رہے ہیں اور ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہیں کہ اب کیا ہوگا؟

صنما باغمِ تو عشق چہ تدبیر کنم؟

حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی شخصیت کے متنوع پہلو ہیں، جس رُخ سے انہیں دیکھیں اور پرکھیں ان کے گفتار و کردار اور علم و عمل کے روشن پہلو نظر آتے ہیں۔ لوگ ان سے مل کر مسرور و شاداں ہی نہیں ہوتے تھے بلکہ ان کی محفل سے رخصت ہوتے وقت اپنے دلوں میں عشقِ صادق کی شمع فروزاں کر کے اٹھتے تھے:

جن سے مل کر زندگی سے عشق ہو جائے وہ لوگ
آپ نے شاید نہ دیکھے ہوں، مگر ایسے بھی تھے

راقم کو ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کا ایک ادنیٰ کارکن کی حیثیت سے (۱۹۸۱ء) حضرت مسعودِ ملت کی زندگی اور ان کے معمولات کو بہت قریب سے دیکھنے اور ان سے بہت کچھ سیکھنے کا شرف حاصل رہا ہے۔ فقیر پورے اطمینانِ قلب کے ساتھ اور بلا خوف تردید یہ بات کہہ سکتا ہے بلکہ اس پر اصرار بھی کر سکتا ہے کہ قبلہ پروفیسر صاحب کی حیات کے مختلف پہلوؤں میں راقم کو حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اچھے، دیانتدار، امین و متین اور سچے امتی ہونے کا واضح عکس نظر آتا تھا۔ یہی ان کی کامیاب و کامران زندگی کا سب سے بڑا راز تھا۔ راقم خاص طور پر ان کے کردار کی چند خصوصیات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہے جو انہیں محسنِ انسانیت، معلمِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب کرتی ہیں۔ کتبِ احادیث، آثار و سیر میں متعدد روایات ملتی ہیں کہ سید عالم ﷺ نے کبھی کسی سے بلند آواز سے گفتگو نہیں فرمائی۔ حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب علیہ الرحمۃ بھی ہمیشہ دھیمے لہجے میں گفتگو کے عادی تھے حتیٰ کہ ناراضگی کے عالم میں بھی آپ کا لہجہ نرم اور دھیما ہوتا تھا۔ گویا آپ کا کردار قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کا مظہر تھا ''وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط'' (آلِ عمران: ۳/۱۳۴)

ترجمہ: ''اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے۔'' (کنزالایمان)

حضور اکرم ﷺ نے کبھی قہقہہ نہیں لگایا بلکہ ہمیشہ زیرِ لب تبسم ہی فرمایا۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ نے کیا خوب کہا ہے:

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

مسعودِ ملت کو بھی کبھی راقم نے بلند آواز سے قہقہہ لگاتے نہیں دیکھا بلکہ حالتِ سرور میں ہمیشہ ان کے لبوں پر تبسم ہی دیکھا اور ان کے تبسم کا انداز دیکھ کر ان کے مخاطب کے دل کی کلیاں کھِل جایا کرتی تھیں۔

ہمارے پیارے آقا و مولیٰ حضور سید عالم ﷺ بلا تفریق رنگ و نسل، نیک و بد، خورد و کلاں، منصب و عہدہ ہر ایک سے انتہائی محبت، شفقت اور مہربانی سے پیش آتے تھے۔ حضرت مسعودِ ملت کو بھی اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی اس سنت پر بہ تمام و کمال عمل پیرا ہوتے دیکھا ہے۔ بزرگ ان سے مل کر شاداں و فرحاں ہوتے اور اپنی محفلوں میں

ان کے اخلاقِ عالیہ کی مثال دیتے، نوجوان ان کی محفل سے متاثر و متحرک اٹھتے، اپنے کردار کی درستگی اور زندگی کے بامقصد صالح مشاغل کی تکمیل میں استقامت اور عزیمت کی راہ اختیار کرتے۔

زندگی رب کریم جل جلالہ کا ایک انمول تحفہ ہے۔ ہمیں عرصہ حیات یعنی وقت کی قدر کرنی چاہئے۔ وجہِ تخلیقِ کائنات سید عالم ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ کا کوئی لمحہ بے کار یا بے مقصد شغل میں نہیں گذارا۔ حتیٰ کہ رات میں جب آپ آرام فرماتے، چشمانِ مبارک بند ہوتیں مگر قلبِ اطہر بیدار، ذکر اللہ میں مشغول ہوتا۔ گویا آپ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ سورۂ والعصر کی مکمل تفسیر تھی اور امت کے لیے ایک نمونۂ کامل۔

مجددِ دین وملت، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت، الامام الاکبر امام احمد رضا خاں حنفی قادری برکاتی قدس سرہٗ السامی سید عالم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا عکسِ جمیل تھے۔ زندگی کے انمول وقف کی قدر جیسی انہوں نے کی، ان کے دور میں شاید و باید کسی نے کی ہو۔ قلیل الطعام تھے، رات بمشکل ڈھائی گھنٹہ آرام فرماتے تھے۔ نمازِ باجماعت کے اوقات کے علاوہ ملاقاتِ احباب اور مستفتی حضرات کے لیے اوقات مقرر تھے۔ اس کے علاوہ سارے شب و روز میں وہ ہوتے، قلم و قرطاس ہوتا اور کنج خمولے: ان کے پاس نہ کسی کی تحسین سننے کے لیے کچھ وقت تھا اور نہ کسی کے طعن و تشنیع کے جواب کے لیے: وہ خود فرماتے ہیں:

نہ مرا نوش زتحسیں، نہ مرا نیش زطعن
نہ مرا گوش بمدحے، نہ مرا ہوشِ ذمے
منم و کنج خمولے کہ نہ گنجد دروے
جز من و چند کتابی و دوات و قلمے

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا قلم ان کی ۶۵ سالہ حیات کے بیشتر لمحوں میں اپنے آقائے نعمت، رسولِ رحمت، محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت سرائی اور ان کے دشمنوں کی بیخ کنی اور ان کے دین کی تبلیغ اور نشر و اشاعت میں مشغول رہا۔ ان کے سوانح نگاروں کے مطابق وہ اپنی زندگی کے ہر پانچ گھنٹہ بعد بیس ورقہ ایک رسالہ تحریر کرتے نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ہزار سے زائد کتب و رسائل اور کتابچے معرضِ وجود میں آئے۔ جب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمۃ کا رابطہ امام احمد رضا سے ان کی تصانیف کی معرفت (۱۹۶۸ء میں) ہوا تو انہوں نے ان کو وہاں عشقِ رسول ﷺ کی لذت آشنائی کے ساتھ وقت کی قدر شناسی کا سلیقہ بھی ملا۔ وہ حیران ہوئے کہ ایک نحیف و نزار شخص اپنی ذات میں ایک انجمن نکلا اور مختصری زندگی میں علم و حکمت اور فروغِ عشقِ رسول ﷺ کا وہ کام کر ڈالا جو بیسیوں تحقیقی ادارے مل کر بھی نہ کر سکیں۔

پروفیسر صاحب فرماتے ہیں:

''مولانا بریلوی نے جس اندازِ فکر کی نشاندہی کی ہے، اگر اس کو اپنا لیا جاتا تو آج ہمارے پڑھے لکھے نوجوان جدید افکار و خیالات سے اتنا مرعوب اور اسلامی فکر و خیال سے اتنے بیگانہ نظر نہ آتے بلکہ راقم کو تو یہ خیال ہے کہ خود سائنسدان قرآن سے روشنی حاصل کرتے تو جہاں وہ آج پہنچے ہیں، صدیوں قبل پہنچ چکے ہوتے۔''

(حیاتِ مولانا احمد رضا خاں، ص: ۱۱۳، ناشر اسلامی کتب خانہ، سیالکوٹ، ۱۹۸۱ء)

مسعودِ ملت علیہ الرحمۃ وقت کے قدر شناس ہونے میں امام احمد رضا کا پَرتو تھے۔ وقت کا صحیح استعمال انہوں نے مجدد اعظم امام احمد رضا سے سیکھا اور وہ اس کا صحیح مَصرف جانتے تھے۔ مستعار زندگی کے لمحات کا صحیح مَصرف اور اوقاتِ کار کی سختی سے پابندی معلم کائنات ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے۔ بیسویں صدی

عیسوی میں اس کا بہترین نمونہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدثِ بریلوی قدس سرہٗ کی ذات میں نظر آتا ہے۔ وقت کی پابندی کے حوالہ سے غالبًا اعلیٰ حضرت کا ایک قول ہے جو راقم کی نظر سے کہیں گذرا ہے:

''وقت اللہ کی امانت ہے۔ اس کا صحیح استعمال عبادت ہے۔''

ہمارے دور میں محترم ڈاکٹر محمد مسعود صاحب اس قول کی عملی تفسیر تھے۔ اس سلسلہ میں بہت سے واقعات کی مثالیں دی جاسکتی ہیں لیکن طوالت کے خوف سے چند مثالوں پر اکتفاء کرتا ہوں۔

مسعودِ ملت کے شاگردِ رشید محترم پروفیسر فیاض احمد خاں کاوش مرحوم فرماتے ہیں کہ قبلہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کبھی اپنا وقت بے کار ضائع نہیں فرماتے تھے۔ تدریس کے دوران جو فرصت کے اوقات ملتے تھے، ان میں بھی وہ بیکار نہیں بیٹھتے تھے، علمی تخلیقات کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ وہ اس حدیث شریف پر یقین رکھتے تھے ''جس کے دو دن یکساں گذر گئے وہ خسارے میں رہا۔''

جس کا نتیجہ تھا کہ ہر سال اوسطاً ۶ مضامین و مقالات اور ایک تصنیف یا تالیف عالمِ وجود میں آتی رہی۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں ''تذکارِ مسعودِ ملت''۔ مرتبہ: محمد عبدالستار طاہر، ص: ۲۴۵)

مکتوب نگاری ایک فن ہے اور بعض حضرات کے لیے وقت گذاری کا ایک ذریعہ۔ لیکن ڈاکٹر صاحب مرحوم و مغفور نے اس کو بھی اصلاحِ احوال، فروغِ دین اور مسلکِ اعلیٰ حضرت اور فکرِ مجدد الف ثانی کی نشر و اشاعت کے لیے استعمال کیا اور عبادت سمجھ کر کیا۔ سرِدست ان کی مکتوب نگاری کی خصوصیات بیان کرنا راقم کا موضوع نہیں، صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ وقت کی پابندی کے حوالے سے اور سنتِ خیر الانام ﷺ پر عمل پیرا ہونے کی نیت سے قبلہ مسعودِ ملت احباء، اقربا، محبین، متعلقین، طلباء، اساتذہ اور اہلِ علم و تحقیق کو پابندی سے خطوط لکھا کرتے تھے اور نہایت سرعت اور مستعدی کے ساتھ خط لکھنے والوں کو جواب بھی تحریر فرماتے تھے۔ راقم کو یاد نہیں پڑتا کہ ان کو کوئی خط لکھا ہو اور انہوں نے اس کا جواب نہ دیا ہو۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس ناچیز کے برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش، مصر، نجد و حجاز، انگلینڈ، امریکہ و افریقہ کے متعدد اہلِ علم سے قلمی رابطہ ہیں لیکن آج تک کسی نے یہ نہیں کہا کہ ڈاکٹر صاحب نے میرے خط کا جواب نہیں دیا بلکہ ان کی سرعتِ تحریر اور جواب میں مستعدی کے ہمیشہ مداح رہے ہیں۔

یہی حال تقریبات اور علمی و دینی مجلسوں میں وقت کی پابندی کے ساتھ شرکت کا تھا۔ کراچی میں دینی مجالس بالعموم اور شادی کی تقریبات بالخصوص کبھی وقت پر شروع نہیں ہوتیں۔ لیکن کبھی یہ نہ دیکھا گیا کہ محترم ڈاکٹر صاحب دعوت نامہ پر درج وقت کے مطابق مجلس میں نہ پہنچے ہوں۔ ان کا معمول تھا کہ شادی کی تقریب میں وقت معینہ پر پہنچ جاتے۔ تقریباً ایک گھنٹہ انتظار کے بعد جب وہ محسوس کرتے کہ اس کے شروع ہونے کے کوئی آثار نظر نہیں آرہے ہیں تو وہ میزبان سے مل کر اسے مبارکباد پیش کرتے، تحفہ دیتے اور معذرت کر کے واپس ہوجاتے۔ اسی طرح ان کی ۳۲ سالہ تدریسی زندگی میں جو اساتذہ اور طلباء کالجوں میں ان کے ساتھ رہے، ان کا یہ کہنا ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ معین وقت پر وہ اپنی کلاس یا اپنے دفتر میں موجود نہ ہوں۔ اس طرزِ عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ کالج کے تدریسی عملہ سمیت طلباء اور چپراسی تک وقت کے پابند ہوگئے اور ڈاکٹر صاحب کی خصوصی توجہ، شفقت اور محبت کی وجہ سے خوشگوار ماحول میں درس و تدریس ہوتی رہی۔

ان کے حسنِ کردار سے اساتذہ، طلباء اور غیر تدریسی افراد سب متاثر ہوئے اور کالج کے نظم و ضبط میں بھی سدھار پیدا ہوا۔ جن دنوں

وہ کالج کے پرنسپل رہے، ان میں کچھ بڑی سیاسی ابتری اور لسانی فسادات کے گذرے بالخصوص اندرونِ سندھ کے اسکولوں اور کالجوں اور جامعات کے حالات نہایت ناگفتہ تھے۔لیکن یہ ڈاکٹر صاحب کی وقت شناسی، تدبر اور اخلاقِ عالیہ کی برکت تھی کہ ان کی عملداری (یعنی جہاں وہ پرنسپل رہے) میں طلباء صرف پُرسکون ہی نہیں رہے بلکہ تدریسی عمل میں بھی شامل رہے اور ان کا قیمتی سال برباد ہونے سے بچ گیا۔طلباء یونین ہال میں جہاں ڈاکٹر صاحب کی آمد سے قبل شرابیں پی جاتی تھیں، دنگا فساد ہوتا تھا، اب نمازیں پڑھی جانے لگیں اور مذاکرے ہونے لگے۔

اسی طرح جب اپنی ملازمت کے آخری ایام میں وہ حکومتِ سندھ میں محکمۂ تعلیم کے ایڈیشنل سیکریٹری بنے تو ڈاکٹر صاحب قبلہ روزِ اول ہی سرکاری اوقات کے مطابق وقتِ مقررہ پر اپنے دفتر میں موجود تھے جبکہ سارا عملہ غیر حاضر تھا۔حسبِ روایات ایک ایک گھنٹہ تاخیر سے جب عملہ کے دیگر افراد دفتر پہنچے تو حیران رہ گئے کہ یہ کون اعلیٰ افسر ہے جو آج وقت پر اپنی کرسی پر براجمان ہے کیونکہ ان سرکاری دفاتر میں وقت کی پابندی کے ساتھ دفتر میں حاضری کی روایت ہی ختم ہو چکی تھی۔لیکن انہیں کیا خبر کہ اللہ کا ولی اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھتا ہے اور اس امانت کی حفاظت اور بر وقت فرائضِ منصبی کی ادائیگی اس کی عبادات کا ایک حصہ ہیں۔

قبلہ پروفیسر صاحب مرحوم مغفور ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے سرپرستِ اعلیٰ تھے۔ابتداء یعنی ۱۹۸۱ء سے کوئی امام احمد رضا کانفرنس ایسی نہیں کہ ڈاکٹر صاحب کراچی میں تشریف فرما ہوں اور اس میں شریک نہ ہوئے ہوں۔راقم یہ بات وثوق سے کہہ سکتا ہے کہ ان کی علامہ شمس بریلوی اور حضرت مولانا تقدس علی خاں علیہم الرحمۃ کی ذات ایسی تھی جو ہمیشہ وقت معینہ پر کانفرنس ہال میں موجود ہوتی تھیں۔حالانکہ یہ کانفرنسیں متعدد وجوہ کی بناء پر ایک آدھ گھنٹہ تاخیر سے شروع ہوتی رہی ہیں۔آخری امام احمد رضا کانفرنس جس میں حضرت مسعودِ ملت شریک ہوئے، وہ ۲۳ رفروری ۲۰۰۸ء کی تھی۔یہ علی گڑھ انجینئرنگ یونیورسٹی، گلشنِ اقبال، کراچی کے ہال میں منعقد ہوئی تھی اور اب کی بار کچھ زیادہ ہی تاخیر سے شروع ہوئی۔راقم کی طبیعت دو ماہ سے مسلسل کام کرنے کی وجہ سے اس دن کچھ زیادہ ہی ناساز تھی۔پہلے ادارے کے دفتر جانا تھا، وہاں سے اپنی کار میں پریس سے مطبوعات لے کر کانفرنس ہال پہنچنا تھا۔پھر کراچی کی ٹریفک کا اژدھام۔تاخیر سے پہنچا تو تو پتہ چلا کہ ابھی نہ مہمانِ خصوصی ہیں نہ صدرِ مجلس حتیٰ کہ مقالہ نگار میں سے بھی کوئی نہیں پہنچا۔محترم پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب (جنرل سیکریٹری، ادارۂ ہٰذا) نے فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب قبلہ وقتِ معین پر تشریف لائے تھے۔کافی دیر بیٹھے رہنے کے بعد یہ حکم دے کر گئے ہیں کہ نقاہت کی وجہ سے زیادہ دیر نہیں بیٹھ سکتے۔قریب ہی میں کسی عزیز کے مکان پر آرام فرمائیں گے۔کانفرنس شروع ہوتے ہی ان کو اطلاع دے دی جائے تو وہ دوبارہ تشریف لے آئیں گے۔سبحان اللہ! پابندیٔ وقت اور پھر ہم جیسے چھوٹوں کی دل جوئی اور ہمت افزائی کی کیسی قابلِ تقلید مثال تھی۔کوئی اور ہوتا تو دو گھنٹہ بیٹھ کر گھر چلا جاتا۔

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تم سا کہیں جسے

مسعودِ ملت علیہ الرحمۃ کی شخصیت جیسا کہ راقم نے ابتداء میں تحریر کیا کہ ایک ہمہ جہت اور ہمہ صفت پہلو رکھتی تھی لیکن بایں وسعت و ہمہ گیریت ان کی حیاتِ مستعار کے دائرۂ عمل کو تین واضح عنوانات میں سمویا جا سکتا ہے:

۱۔ فکرِ رضا اور تعلیماتِ مجدد کی روشنی میں تعلیم کا فروغ اور اساتذہ، علماء اور مشائخ کا احترام

۲۔ نوجوانانِ ملت کی ذہنی وروحانی تربیت اور

۳۔ اصلاحِ معاشرہ کے لیے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوانات پر مبنی آسان پیرائے میں تحریر شدہ لٹریچر کی نشر واشاعت اور صحیح خانقاہی روایات کا فروغ۔

ان تینوں عنوانات پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے لیکن اداریئے کے صفحات اس کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ البتہ مسعودِ ملت اور رضویات پر کام کرنے والے مستقبل کے محققین کے لیے مذکورہ عناوین ضرور ایک دعوتِ فکروعمل ہیں۔

حضرت مسعودِ ملت کے وصال کے بعد اب اہلِ سنت کے اربابِ علم وتحقیق بالخصوص رضویات پر کام کرنے والوں کی ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں لہٰذا ماہرِ رضویات قبلہ مسعود احمد صاحب نے امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے جن علمی گوشوں کی نشاندہی کی ہے اور ان پر وہ کام نہ کرسکے یا ادھورا چھوڑ گئے اور جو گوشے اب جدید دریافت ہورہے ہیں یا ہوں گے ان پر پہلے سے زیادہ ایک ٹیم ورک اور ایک بہتر رابطے اور نظم وضبط کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ان شاء اللہ اس موضوع پر جولائی کے ستارے میں جو ''ماہرِ رضویات نمبر'' کا دوسرا حصہ ہوگا، راقم تفصیل سے اظہارِ خیال کرے گا۔

جنہوں نے حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مرحوم ومغفور کو بہت قریب سے دیکھا ہے، وہ ضرور اس بات کی گواہی دیں گے کہ بلاشبہ وہ اپنے حصہ کے مذکورہ فرائض بہ تمام وکمال اور پوری دیانت داری سے ادا کرنے کے بعد اپنے خالقِ حقیقی کے حضور بڑے فخر اور پورے اطمینانِ قلب کے ساتھ عشقِ رسول ﷺ کا سرمایہ لئے حاضر ہوگئے اور اللہ تعالیٰ کے احسان یافتہ بندوں میں شامل ہوگئے۔

وہ قرآن حکیم کے حکم ''کونوا مع الصادقین'' میں بیان کردہ ''صادقین'' کے حسنِ سیرت کا مظہر تھے، صاحبِ صدق وصفا تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی زبان و بیان اور اس سے کہیں زیادہ ان کی تحریر میں ایسی تاثیر تھی جو دلوں پر اثر کرتی تھی۔ ان کی مجلس میں بیٹھنے والا کبھی بے فیض نہیں لوٹا۔ بے ہوش اور بے خبر جاتے تھے اور ان کی مجلس سے باہوش و باخبر اپنے دلوں میں حسنِ معنیٰ کی ایک دنیا سجائے لوٹتے تھے۔ ان کی مجلس کا حال بقول جگرؔ کچھ یوں تھا۔

حریمِ حسنِ معنیٰ ہے جگرؔ کا شانۂ اصغر
جو بیٹھو باادب ہوکر تو اٹھو باخبر ہوکر

وہ اقبالؔ کے مردِ مومن کی تمام خوبیوں کا عطرِ مجموعہ اور ان کے اس شعر کا عکسِ جمیل تھے:

چہ باید مرد را، طبعِ بلندے، مشربِ نابے
دلِ گرمے، نگاہِ پاک بینے، جانِ بیتابے

(بانگِ درا)

مگر آج! حیف آں ساقی نہ ماند! اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر رحمت و رضوان کی بارش فرمائے، ان کے صوری ومعنوی پس ماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، ان کے صاحبزادۂ ذی وقار محبی و عزیزی محمد سرور احمد صاحب زید مجدہٗ کو ان کا سچا جانشیں اور اہلِ سنت و جماعت کو بالعموم اور ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی کو بالخصوص ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

ایک روشن دماغ تھا نہ رہا
شہر میں اِک چراغ تھا نہ رہا

.... xxx ....

تفسیر رضوی

سورة البقرة

معارفِ قرآن من افاضات امام احمد رضا

گذشتہ سے پیوستہ

مرتبہ: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

(۱۲۹) رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

اے رب ہمارے! اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرمادے؛ بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔''

﴿۲۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

یہ ہمارے نبی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوئے کہ انا دعوۃ ابی ابراھیم میں اپنے باپ حضرت ابراہیم کی دعا ہوں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (الامن والعلی ص ۸۱)

۴۱۳۵۔ عن عبادة بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: انا دعوة ابراهیم، و کان اخر من بشرنی عیسی ابن مریم علیهم الصلوة و السلام۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اپنے باپ حضرت ابراہیم کی دعا ہوں، اور سب میں پچھلے میری بشارت دینے والے حضرت عیسیٰ بن مریم تھے، علیہم الصلوٰۃ والسلام۔''

فتاویٰ رضویہ ۱۲/ ۳۷

(۱۴۴) قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ۔

''ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجد حرام کی طرف؛ اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرو اور وہ جنہیں کتاب ملی ہے ضرور جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ ان کے کوتکوں (اعمال) سے بے خبر نہیں۔''

﴿۲۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

''حکم الٰہی بیت المقدس کی طرف استقبال کا تھا، حضور تابع فرمان تھے، یہ حضور کی طرف سے رضا جوئی الٰہی تھی مگر قلب اقدس کعبہ کی طرف استقبال چاہتا تھا، مولیٰ عزوجل نے مرضی مبارک کے لئے اپنا وہ حکم منسوخ فرمادیا اور حضور جو چاہتے تھے قیامت تک کے لئے وہ ہی قبلہ مقرر فرمادیا۔ یہ اللہ عزوجل کی طرف سے رضا جوئی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ ان میں سے جس کا انکار ہو قرآن عظیم کا انکار ہے۔

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں:

مَآ اَرٰى رَبَّكَ اِلَّا يُسَارِعُ فِيْ هَوَاكَ. رواہ البخاری

''میں حضور کے رب کو دیکھتی ہوں کہ حضور کی خواہش میں شتابی فرماتا ہے۔'' اسے بخاری نے روایت کی۔

یہ وہ کلمہ ہے کہ بعض ازواج مطہرات نے عرض کیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا تو قائل کا کہنا کہ ایسے خصائص دیکھ کر شاید بعض ازواج مطہرات یہ کہنے لگی تھیں دراصل بات یہ ہے الخ۔ یہ بتارہا ہے کہ ان بعض ازواج مطہرات نے خلاف اصل بات کہی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقرر رکھی، حدیث میں ہے روز محشر میں جب رب عزوجل اولین وآخرین کو جمع کرکے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمائے گا:

کلهم یطلبون رضائی و انا اطلب رضاک یامحمد

''یہ سب میری رضا چاہتے ہیں اور اے محبوب! میں تمہاری رضا چاہتا ہوں۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)''
(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۴/۲۷۵ ۔ ۲۷۶)

(۱۵۴) وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ . ☆

''اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔''

﴿۲۴﴾ **امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:**

''جو شخص شہیدوں کو محض مٹی کہتا ہے قرآن عظیم کا منکر ہے، اس پر لازم ہے کہ نئے سرے سے ایمان لائے اور عورت رکھتا ہو تو نئے سرے سے اس سے نکاح کرے۔ اور اس کا وہ کہنا کہ خواہ دفن کریں خواہ ویسا ہی کہیں ڈال دیں یہ بھی شہدائے کرام کی صریح توہین ہے اور کلمۂ کفر ہے۔ غرض بوجوہ اس پر تجدید اسلام لازم۔ اور پہلے شخص کا یہ کہنا کہ باعتبار موت ظاہری مردہ کہہ سکتے ہیں۔ یہ بھی محض فضول اور نا مناسب ہے۔ جب قرآن عظیم نے صراحۃً انہیں مردہ کہنے مردہ سمجھنے کی ممانعت فرمائی تو ان باتوں کی کیا حاجت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔''
(فتاویٰ رضویہ، قدیم ۱۱/۲۲)

(۱۵۸) اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ج فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ط وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا لا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ.

''بیشک صفا اور مروہ اللہ کے نشانوں میں سے ہیں تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے پھیرے کرے اور جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے کرے تو اللہ نیکی کا صلہ دینے والا خبردار ہے۔''

﴿۲۵﴾ **امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:**

''طواف لغۃً وعرفاً وشرعاً پھیرے کرنے کو کہتے ہیں۔ عام ازیں کہ دو چیزوں کے درمیان آمد و رفت ہو جس میں ایک پھیرے کے مبدأ ومنتہی متغائر ہوں گے یا ایک ہی چیز کے گرد، جس میں دائرہ طرح مبدأ ومنتہی ایک ہوگا دونوں صورتوں کو لغت وعرف عرب نے طواف کہا اور دونوں کو شرع مطہر نے طواف مانا۔ صورت اولیٰ صفا ومروہ کے درمیان سعی ''قال تعالی فلا جناح علیه ان یطوف بهما'' اور صورت ثانیہ کعبہ معظمہ کے گرد پھرنا ''قال تعالی وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ'' (اور اس آزاد گھر کا طواف کریں۔ سورۃ الحج: ۲۹) حقیقت طواف اس قدر ہے نیت وغایت کا اختلاف حقیقت کی تغیر نہیں کرتا کہ نیت وغایت رکن شئے نہیں، آخر نہ دیکھا کہ ائمہ کرام نے نیت کو شرط نماز قرار دیا نہ رکن نماز، اور غایت کا خروج تو غایت ظہور میں ہے، غرض پھیرے کرنا جہاں اور جس طرح اور جس نیت اور جس غرض سے ہو طواف ہی ہے۔ پھر فعل اختیاری کو تصور بوجہ ما وتصدیق بفائدہ ما سے چارہ نہیں، مگر فعل کبھی غایت اصلیہ تک آپ مؤدی ہوتا ہے، کبھی دوسرے فعل مودی الی الغایۃ کا وسیلہ۔ اول کو مقصود لذاتہ کہتے ہیں، جیسے نماز۔ اور دوم کو وسیلہ مقصود لغیرہ جیسے وضو۔ طواف میں یہ دونوں صورتیں ہیں، مثلاً گلگشت یعنی تفریح نفس وشم روائح طیبہ وچستی بدن وتنسم ہوا کے لئے چمن کی روشوں میں ٹہلنا پھرنا خواہ وہ خطوط مستقیم پر لغیرہ ہے۔ پھر طواف کی غایت مقصودہ تعظیم ہی میں منحصر نہیں بلکہ اسکے غیر کے لئے بھی ہوتا ہے، جیسے امثلۂ مذکورہ، بلکہ توہین بلکہ تعذیب کیلئے جیسے ڈرل کہ یہاں آمد وشد کہ طواف ہے مقصود لذاتہ ہے، اور نار سے حمیم حمیم سے نار کی طرف کفار کے پھرے، کہ یہ طواف مقصود لغیرہ ہے اور دونوں تعذیب کے لئے ہیں۔ قال اللہ تعالی يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ'' (پھیرے کریں گے اس میں اور انتہا کے جلتے ہوئے پانی مین) لاجرم طواف چار قسم ہے۔

حوالہ جات

۴۱۳۵۔ الجامع الصغیر للسیوطی، ۱/۱۶۱

﴿جاری ہے......﴾

۱۰۔ گناہِ صغیرہ و کبیرہ

معارف حدیث
من افاضات امام احمد رضا

گذشتہ سے پیوستہ

مرتبہ: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

(۱۹) اسلام میں ضرر رسانی نہیں

۱۶۱۔ عن أبی سعید الخدری رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: لاَ ضَرَرَ وَلاَ ضِرَارَ، مَنْ ضَارَّ ضَارَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ شَاقَّ شَاقَّ اللّٰهُ عَلَیْهِ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (اسلام میں) نہ ضرر ہے اور نہ مضرت پہونچانا۔ جس نے نقصان پہونچایا اللہ تعالیٰ اس کو نقصان میں مبتلا کریگا۔ اور جس نے کسی کو مشقت میں مبتلا کیا اللہ تعالیٰ اسے مشقت میں ڈالے گا۔ فتاویٰ رضویہ ۲۹۳/۵

(۲۰) کمزور کی مدد نہ کرنا گناہ ہے

۱۶۲۔ عن سهل بن حنیف رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: مَنْ أُذِلَّ عِنْدَهُ مُؤمِنٌ فَلَمْ یَنْصُرْهُ وَیَقْدِرُ عَلیٰ أَنْ یَّنْصُرَهُ اَذَلَّهُ اللّٰهُ عَلیٰ رُؤُسِ الْاَشْهَادِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔

فتاویٰ رضویہ، حصہ اول، ۲۱/۹

''حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کے پاس مؤمن کی تذلیل کی جائے پھر وہ اسکی مدد پر قادر ہونے کے باوجود اسکی مدد نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسکو قیامت کے دن برسرعام رسوا کریگا۔'' ۱۲م

(۲۱) حسد ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہوتا

۱۶۳۔ عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: لاَیَجْتَمِعُ فِیْ جَوْفِ عَبْدٍ اَلْاِیْمَانُ وَالْحَسَدُ۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی بندے کے دل میں ایمان اور حسد دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔'' ۱۲م

فتاویٰ رضویہ، حصہ اول، ۲۱/۹

۱۶۴۔ عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ یَأْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَأْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ اَوْ قَالَ اَلْعُشْبَ۔ فتاویٰ رضویہ، حصہ اول، ۲۱/۹

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسد سے بچو کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو، یا سوکھی گھاس کو۔ ۱۲م

۱۶۵۔ عن معاویة بن حیدة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال: رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: اَلْحَسَدُ یُفْسِدُ الْاِیْمَانَ کَمَا یُفْسِدُ الصَّبِرُ الْعَسَلَ۔

''حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسد ایمان کو ایسا برباد کر دیتا ہے جیسے ایلوا شہد کو''۔ ۱۲م

(۲۲) عیب لگانے والے مستحق جہنم ہیں

۱۶۶۔ عن أبی الدرداء رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: مَنْ ذَکَرَ اِمْرَءً بِشَیْءٍ لَیْسَ فِیْهِ لِیُعِیْبَهُ بِهٖ حَبَسَهُ اللّٰهُ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ حَتّٰی یَاتِیَ بِنَفَاذِ مَا قَالَ۔ فتاویٰ رضویہ ۲۴۷/۳

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کسی کے عیب لگانے کو وہ بات بیان کرے جو اس میں نہیں ہو اللہ تعالیٰ اسے نار جہنم میں قید کریگا۔ یہاں تک کہ اپنے کہے کی سند لائے۔

۱۶۷. عن أبی الدرداء رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: أَیُّمَا رَجُلٌ أَشَاعَ عَلیٰ رَجُلٍ مُسْلِمٍ بِكَلِمَةٍ وَهُوَ مِنْهَا بَرِیءٌ یُشِینُهُ بِهَا فِی الدُّنْیَا كَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰهِ اَنْ یُذِیبَهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ حَتّٰی یَاتِیَ بِنَفَاذِ مَا قَالَ.

"حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی شخص نے اپنے مسلمان بھائی کے بارے میں کوئی بات مشہور کی اور وہ اس سے بری ہے جسکا یہ دنیا میں عیب لگا رہا ہے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ جب تک اپنی اس بات کا ثبوت نہ پیش کرے اسے آتش دوزخ میں پگھلائے۔"

فتاویٰ رضویہ ۳/۲۷۷

حوالہ جات

۱۶۱. المسند لا حمد بن حنبل، ۱/ ۳۱۳
☆ السنن الکبری للبیهقی، ۶/ ۲۹
☆ المستدرک للحاکم، ۲/ ۵۸
☆ المعجم الکبیر للطبرانی، ۲/ ۸۱
☆ مجمع الزوائد للهیثمی، ۴/ ۱۱۰
☆ التمهید لا بن عبد البر، ۱۰/ ۲۳۰
☆ کنز العمال للمتقی، ۹۴۹۸، ۴/ ۵۹
☆ تاریخ دمشق لابن عساکر، ۶/ ۳۲۵
☆ ارواء الغلیل للالبانی، ۳/ ۴۸
☆ حلیة الاولیاء لا بی نعیم، ۹/ ۲۷
☆ تاریخ اصفهان لا بی نعیم، ۱/ ۳۴۴
☆ کشف الخفا للعجلونی، ۲/ ۵۰۶
۱۶۲. المسند لا حمد بن حنبل، ۳/ ۸۴۷
☆ المعجم الکبیر للطبرانی، ۶/ ۸۹
☆ مجمع الزوائد للهیثمی، ۷/ ۲۶۷
☆ اتحاف السادة للزبیدی، ۷/ ۵۴۴
☆ الجامع الصغیر للسیوطی، ۲/ ۵۱۰
۱۶۳. الدر المنثور، للسیوطی، ۲/ ۱۸۳
☆ الترغیب والترهیب للمنذری، ۳/ ۵۴۶
۱۶۴. السنن لا بی داؤد، الأدب، ۲/ ۲۷۲
☆ السنن لا بن ماجة، الزهد، ۲/ ۳۲۰
☆ اتحاف السادة للز ی، ۱/ ۲۹۴
☆ الدر المنثور للسیوطی، ۲/ ۱۸۲
☆ جمع الجوامع للسیوطی، ۳۶۶
☆ التمهید لا بن عبد البر، ۶/ ۱۲۴
☆ التاریخ الکبیر للبخاری، ۱/ ۲۷۲
☆ التفسیر للقرطبی، ۵/ ۲۵۱
☆ الدر المنثور للسیوطی، ۶/ ۴۱۹
☆ تاریخ بغداد للخطیب، ۲/ ۲۲۷
☆ کشف الخفاء للعجلونی، ۱/ ۴۲۶
☆ الترغیب والترهیب للمنذری، ۳/ ۵۴۷
۱۶۵. اتحاف السادة للزبیدی، ۸/ ۵۵
☆ کشف الخفاء للعجلونی، ۱/ ۴۲۶
۱۶۶. مجمع الزوائد للهیثمی، ۴/ ۲۱۰
☆ الترغیب والترهیب للمنذزری، ۳/ ۱۹۹
۱۶۷. الترغیب والترهیب للمنذری، ۳/ ۵۱۵

جاری ہے..........

معارف القلوب

کتاب: احسن الوعاء لاداب الدعاء

تذییل

گزشتہ سے پیوستہ
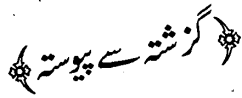
مصنف: رئیس المتکلمین علامہ نقی علی خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

شارح: مجدد اعظم امام احمد رضا خاں علیہ رحمۃ الرحمٰن   محشی: مولانا مفتی محمد اسلم رضا قادری

پہلا فائدہ: ریاضتِ نفس۔ خواجہ شفیق بلخی کے ایک مرید خواجہ بایزید کے پاس آئے۔ آپ نے ان کے پیر کا حال دریافت فرمایا۔ عرض کی، خلق سے فارغ اور خدا پر متوکل ہو کر بیٹھ گئے ہیں۔ فرمایا، میری طرف سے شفیق سے کہنا، دو روٹیوں کے واسطے خدا کو نہ آزماؤ۔ نامہ توکل کا طے کر کے بھوک کے وقت بھیک مانگ لیا کرو۔ کہیں اس فعل کی شامت سے وہ ملک زمین میں نہ دھنس جائے۔

قولِ رضا: اللہ عزوجل پر توکل فرضِ عین ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ O (۴۶۴) ''اللہ ہی پر توکل کرو، اگر مسلمان ہو۔'' اور فرماتا ہے، اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ O (۴۶۵) ''اگر تم خدا پر ایمان رکھتے ہو تو اسی پر بھروسہ کرو، اگر مسلمان ہو۔'' خصوصاً تصوف کہ انقطاع عن الغیر (۴۶۶) بلکہ فناء عن الغیر (۴۶۷) بلکہ نفی مطلقِ غیر ہے۔ اس میں نامۂ توکل کیونکر طے کرنے کا حکم ہوسکتا ہے۔ ہاں! توکل قلب سے طرح اسباب ہے نہ کہ عمل میں ترکِ اسباب۔ (۴۶۸) خود حکم فرماتا ہے: فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ O (۴۶۹) ''زمین میں پھیل جاؤ اور اس کا فضل ڈھونڈو۔'' ولہٰذا جب ایک صحابی نے عرض کی: یارسول اللہ! اپنا ناقہ چھوڑ دوں اور خدا پر توکل کروں۔ فرمایا، بلکہ قید و توکل۔ ''اس کا پاؤں باندھ دے اور توکل کر'' یعنی خدا پر بھروسہ کر۔

رواه البيهقي في الشعب بسند جيد عن عمرو بن امية الضمري و الترمذي بلفظ اعقلها و توكل عن انس رضي الله تعالىٰ عنهما.

برتوکل پائے اشتر را نبید

عالمِ اسباب میں رہ کر ترکِ اسباب گویا ابطالِ حکمتِ الٰہیہ ہے۔ كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ (۴۷۰) ''جیسے کوئی ہتھیلیاں پانی کی طرف پھیلائے ہوئے کہ وہ اس کے منہ میں پہنچ جائے اور وہ پہنچنے والا نہیں۔''

سیدنا بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ نے اسی کو منع فرمایا۔ رہا اذنِ سوال۔

اقول ...... اللہ عزوجل کے جس طرح کچھ فرائض و محرمات (بدن پر) ہیں جیسے نماز و زنا ویسے ہی قلب پر بھی ہیں اور ان کی فرضیت و حرمت اسی طرح یقینی قطعی ضروریاتِ دین سے ہے جیسے صبر و شکر و تواضع و اخلاص کی فرضیت، جزع (۴۷۱) و کفران و تکبر و ریا کی حرمت۔

عوام اگر بہت متوجہ تقویٰ و طاعت ہوئے، انہیں فرائض و محرماتِ بدنیہ پر قناعت کرتے اور فرائض و محرماتِ قلبیہ سے اصلاً کام نہیں رکھتے۔ پڑھیں نماز اور کریں تکبر اور رب عزوجل فرمائے:

اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ O (۴۷۲).

''کیا جہنم میں ٹھکانا نہیں متکبروں کا۔''

اربابِ قلب بشدت متوجہ بقلب ہوتے ہیں۔ ظاہری، باطنی دونوں فرائض بجالاتے اور دونوں کے تمام محرمات سے احتراز فرماتے ہیں۔ پھر ظاہری صلاح سہل ہے (۴۷۳) اور باطنی اس سے بہت مشکل کہ جوارح (۴۷۴) کو نیک کام میں لگانا، بد سے بچانا ایک ہمت کا کام ہے اور قلب سے رذائل کو دھو دینا، فضائل سے آراستہ

کر لینا کارے دارد۔ یہ منہ کا نوالہ نہیں بلکہ بدن بھی تابع قلب ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذ فسدت فسد الجسد کله الا وھی القلب۔ ''بیشک بدن میں ایک گوشت پارہ ہے۔ وہ سنور جائے تو پورا بدن سنور جائے اور بگڑ جائے تو سب بدن خراب ہو جائے۔ سنتے ہو! وہ دل ہے۔''

خلق کی کثرتِ مخالطت (۴۷۵) اعمالِ ظاہر میں بھی بہت مخل ہوتی ہے۔ ہزاروں گناہ جسمانی تو وہ ہیں کہ تنہائی میں ہو ہی نہیں سکتے اور جو ہو سکتے ہیں وہ بھی بحال مخالطت زائد ہوتے ہیں اور صحبتِ عوام قلب کے لیے تو بہت ہی خطرناک ہے۔ مگر بضرورت شرعیہ جیسے مفتی شرع و قاضی حق مدرسِ دین و واعظِ ہدیٰ اور غیر مالدار کے طُرُقِ کسب، (۴۷۶) تجارت، زراعت، نوکری، مزدوری ہیں اور ان سب میں مخالطتِ ناس کی حاجت اور اصلاحِ نفس کے لیے عدم فراغت ہے اور تصحیح فرائض و اجتناب محرمات اہم ضروریاتِ دینیہ سے ہے اور ضرورتِ دینی کے وقت سوال حلال۔ یہ معنی ہیں ان کے اذن اور حضرت مصنف علام قدس سرہٗ کے ارشاد، ریاضتِ نفس کے، نہ وہ جو آج کل کے مرچڑے جوگیوں نے اختیار کیا ہے کہ اچھے خاصے جوان تندرست اور بھیک مانگنے کا پیشہ اور اصلاحِ قلب درکار، اصلاحِ ظاہر سے بر کنار اور منع کیجیے تو شرع مطہر سے معارضے کو تیار کہ بھیک مانگنا بھی ریاض ہے۔ وَالْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ (۴۷۷) یہ حرامِ قطعی ہے اور شرع کا مقابلہ اور سخت تر۔

ولاحول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم ۞

دوسرا فائدہ: اپنی قدر و قیمت پر متنبہ ہونا۔ جب شبلی مرید ہوئے، خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اے ابوبکر! تو ملک شام کا امیر الامراء تھا۔ جب تک بازار میں بھیک نہ مانگے گا، دماغ تیرا نخوت سے خالی نہ ہوگا (۴۷۸) اور اپنی قدر و قیمت نہ جانے گا۔'' ابتداء ابتداء میں تو لوگوں نے رئیس جان کر بہت کچھ دیا۔ آخر رفتہ رفتہ ہر روز بازاران کا سست ہوتا جاتا۔ ایک سال کے بعد یہ نوبت پہنچی کہ صبح سے شام تک پھرتے، کوئی کچھ نہ دیتا۔ پیر سے حال عرض کیا۔ فرمایا، ''قدر تیری یہ ہے کہ کوئی تجھے کوڑی کو نہیں پوچھتا''۔

حوالہ جات وحواشی

(۴۶۴) سورۃ المائدہ، آیت: ۲۳۔

(۴۶۵) سورۃ یونس، آیت: ۸۴۔

(۴۶۶) یعنی غیر خدا سے لاتعلق ہو جانا۔

(۴۶۷) یعنی غیر خدا کی نفی کر دینا۔

(۴۶۸) یعنی توکل کے معنی یہ نہیں کہ اسباب کو ترک کر کے بیٹھ رہے اور ہاتھ ہر ہاتھ دھرے کہے، اللہ تعالیٰ ہر شئے پر قدرت رکھتا ہے چنانچہ وہ مجھے بغیر کوشش کے بھی روزی وغیرہ دے گا۔

بلاشبہ اللہ عزوجل قادرِ مطلق ہے اور ایسا کرنا اس کے لیے کچھ مشکل نہیں۔ مگر بندے کا مذکورہ سوچ کے پیشِ نظر کوشش نہ کرتے ہوئے بیٹھ جانا، اپنے رب کریم عزوجل کی مشیت کے خلاف ہے کہ عالمِ اسباب یعنی دنیا میں رہ کر ترکِ اسباب گویا حکمت الٰہیہ کو باطل کرنے کے مترادف ہے۔ ہاں توکل کے معنی یہ ہیں کہ ان اسباب کو اصل نہ سمجھے اور نہ ہی ان پر بھروسہ کرے بلکہ اُسی پر بھروسہ کرے کہ جو ان اسباب کا پیدا کرنے والا اور مسبب حقیقی ہے۔

(۴۶۹) سورۃ الجمعۃ، آیت: ۱۰۔

(۴۷۰) سورۃ الرعد، آیت: ۱۴۔

(۴۷۱) بے صبری و واویلا پن۔

(۴۷۲) سورۃ الزمر، آیت: ۶۰۔

(۴۷۳) یعنی اعمالِ ظاہری کو درست کر لینا، ان میں اصلاح کر لینا، آسان ہے۔

(۴۷۴) بدن کے اعضائے ظاہری۔

(۴۷۵) یعنی لوگوں سے زیادہ میل جول، ملنا ملانا وغیرہ۔

(۴۷۶) یعنی غیر مالدار کا معاشی ضروریات کے لیے مختلف طریقے و ذرائع اپنانا

(۴۷۷) کسبِ حلال کے لیے کوشش کرنے والا اللہ تعالیٰ کا محبوب بندہ ہے

(۴۷۸) یعنی تیرے دماغ سے گھمنڈ و غرور نہ جائے گا۔

﴿ جاری ہے ﴾......

تیسری قسط

عصمتِ انبیاء علیہم السلام

اور مرسل امام زھری کا علمی جائزہ

علامہ مولانا افتخار احمد قادری *

سند حدیث:

علامہ قاضی عیاض جو علم اصول حدیث کے عظیم امام جن کی کتاب ''الماع'' اس فن کی کتب اوائل میں شمار ہوتی ہے، وہ فرماتے ہیں:

''امام زہری کا یہ بلاغ ہے، اس کی سند انہوں نے ذکر نہیں کی، درمیان کے دو تین راویوں کا ذکر تک موجود نہیں، ان سے کس نے یہ روایت بیان کی اس کا بھی ذکر نہیں اور نہ ہی نبی ﷺ نے کسی سے ایسا فرمایا اور یہ تو ایسی بڑی بات ہے، جس کو نبی ﷺ کے علاوہ کسی اور سے جانا بھی نہیں جاسکتا اس لئے یہ اعتبار کے قابل نہیں۔'' (الشفاء، ص ۱۰۴ ج ۲)

شارح بخاری علامہ عینی تحریر فرماتے ہیں:

''وهذا مِن بلاغاتِ مَعمر ولم يسندهُ ولا ذَكر راويهِ ولا أنّه عليهِ السّلام قالَه ولا يعرف هذا إلا من النبيّ ﷺ'' (عمدة القاری، ص ۵۵ ج ۱)۔

''یہ امام زہری کے شاگرد معمر کے بلاغات میں سے ہے انہوں نے نہ تو اس کی سند بتائی اور نہ اس کے راوی کا ذکر کیا اور نہ ہی نبی ﷺ نے ایسا فرمایا اور یہ بات تو اتنی بڑی ہے کہ نبی ﷺ کے علاوہ کسی اور سے جانی نہیں جاسکتی۔''

علامہ محمد صادق عرجون تبصرہ فرماتے ہیں: امام زہری ثقہ ہیں لیکن ثقہ کبھی غیر ثقہ سے بھی روایت کرتا ہے (امام زہری غیر ثقہ سلیمان بن ارقم سے بھی روایت کرتے ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے)۔

''قد يروِي الثقةُ عَن غيرِ الثقةِ لأنّهُ في نظرِهِ وتقديرِهِ ثقةٌ وهو عندَ غيرِهِ ضعيفٌ لا تُقبلُ روايتهُ'' (محمد رسول الله ص ۳۸۶، ۳۸۷ ج ۱)۔

''کبھی ثقہ راوی غیر ثقہ سے روایت کرتا ہے کیونکہ وہ اس کی نظر میں ثقہ ہوتا ہے اور دوسروں کے یہاں وہ ضعیف ہوتا ہے اور اس کی روایت نا قابل قبول ہوتی ہے۔''

بخاری کے دوسرے شارح حافظ ابن حجر عسقلانی بھی روایت کے اس حصہ کو بلاغ زہری یا بلاغ معمر سے ہی تعبیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں اضافہ شدہ حصہ صرف معمر کا تفرد ہے، عقیل اور یونس کی روایت میں یہ اضافہ نہیں ہے اور امام بخاری نے جس طرح اس اضافہ کا ذکر کیا ہے اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ اضافی الفاظ عقیل کی روایت میں بھی ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے، امام بخاری نے معمر عن زہری روایت والی ہے کہ وحی رک گئی اور آپ غمگین ہوگئے یہ حدیث آخر تک بیان کی اور میرے نزدیک یہ اضافی الفاظ (جن میں خودکشی کا ذکر) صرف معمر کی روایت میں ہیں کیونکہ ابونعیم (استاذ امام بخاری) نے اپنی متخرج میں اس حدیث کو حافظ ابو زرعہ (استاذ امام بخاری) سے جو روایت کی ہے اس میں یہ اضافی الفاظ نہیں ہیں، امام احمد، امام مسلم اور دیگر محدثین نے اس روایت کو اس اضافہ کے بغیر حضرت لیث سے روایت کیا ہے، اس روایت کے الفاظ ''فیما بلغنا'' کے قائل زہری ہیں اور یہ زہری کا بلاغ ہے اس کا سلسلہ حضور تک نہیں پہنچتا۔ (فتح الباری، ص ۳۷۶ ج ۱۲)

* شیخ الحدیث، دارالعلوم قادریہ، غریب نواز، ساؤتھ افریقہ

بخاری کے تیسرے شارح علامہ کرمانی نے فرمایا یہی توضیح ظاہر ہے یعنی یہ زہری کا بلاغ ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ اضافہ مدرج ہو لیکن معتمد پہلی تقریر ہے۔ (شرح الکرمانی ص ۹۷ ج ۲۴)

امام سیوطی رقم طراز ہیں:

''فیما بلغنا'' یہ زہری کا قول ہے۔ (التوشیح، ج ۹)

اگر یہ حصہ امام زہری کا ادراج ہے جیسا کہ علامہ کرمانی نے فرمایا تب تو بات بالکل واضح ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ روایت کا یہ ٹکڑا امام زہری کا اپنا خیال ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں، جب کہ اس قسم کا ادراج بھی حرام ہے۔

علامہ نووی ادراج کی تعریف فرماتے ہیں:

''مدرج فی حدیث النبیّ ﷺ بأنْ یذکرَ الراوی عقیبه کلاماً لنفسهِ أو لغیْرہ من بعدہ مُتصلاً فیتوھّم أنّه منَ الحدیث'' (تقریب النووی، ص ۲۲٦ ج ۱).

''حدیث نبوی ﷺ میں ''مدرج'' یہ ہے کہ راوی روایت سے متصل ہی اپنی یا کسی اور کی بات درج کرے اور اس سے وہم ہو کہ یہ حدیث کا ٹکڑا ہے۔''

اس کے بعد اس کے حرام ہونے کی تصریح فرماتے ہیں:

''و کلُّه حرامٌ'' (تقریب النووی، ص ۲۳۱ ج ۱).

''ادراج کی ہر قسم حرام ہے۔''

علامہ سیوطی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

''أی الإدراجُ بأقسامهِ حرامٌ بإجماعِ أھلِ الحدیث والفقْه'' (تدریب الراوی، ص ۲۳۱ ج ۱).

''ادراج اپنی تمام قسموں کے ساتھ حرام ہے اس پر تمام محدثین اور فقہاء کا اجماع ہے۔''

علامہ سیوطی صرف ایک قسم کو جائز بتاتے ہیں یعنی حدیث میں کوئی اجنبی لفظ آجائے تو اس کی تشریح کردینا جائز ہے۔

''وعندی أنّ ما اُدرجَ لتفسیر غریب لا یمنع'' (تدریب الراوی، ص ۲۳۱ ج ۱).

''میرے نزدیک اجنبی لفظ کی تشریح میں اگر ادراج ہو تو حرج نہیں۔''

اس کے علاوہ روایت میں سارے ادراجات حرام ہیں خود زیر بحث روایت بخاری میں امام زہری کا ایک ادراج موجود ہے اور وہ ہے ''التحنث'' کی تشریح ''ھو التعبد اللیالی ذوات العدد'' یہ امام زہری کے الفاظ ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

''ھُو التعبُّد من کلام الزھری أدرج فی الحدیث مِنْ غیر تَمْییز کما أوضحته فی الشَّرح'' النکت علیٰ مقدمة ابن الصلاح، ص ۲۸۷ ج ۲).

''ھُو التّعبّد...... زہری کا کلام ہے انہوں نے حدیث میں کسی وضاحت کے بغیر ادراج کردیا ہے میں نے اس کی تفصیل فتح الباری شرح بخاری میں کردی ہے۔''

امام ابن حجر عسقلانی نے امام زہری کے ادراجات کی متعدد مثالیں رقم فرمائیں ہیں، مزید وضاحت کے لئے ایک مثال اور درج کی جاتی ہے:

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک جہری نماز کے بعد پوچھا: کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ آواز کے ساتھ قرآن پڑھا ہے؟ ایک صحابی نے عرض کیا، ہاں یارسول اللہ ﷺ میں نے پڑھا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں کہتا ہوں کیا بات ہے قرآن میں نزاع کروں؟

''فانْتهی النّاس عن القراۃ مع النّبی ﷺ فیما جھر فیهِ من الصّلواتِ''

اس کے بعد لوگ حضور کے پیچھے جہری نماز میں قرآن پڑھنے سے باز آگئے۔

محمد بن یحییٰ ذہلی اور امام ترمذی حفاظ حدیث نے واضح فرمایا کہ

فانتھی الناس سے۔۔۔ آخر تک یہ پورا کلام زھری کا ادراج ہے۔ (النکت علی مقدمة ابن الصلاح، ص ۲۸۶ ج ۲)

امام عسقلانی مزید فرماتے ہیں:

زھری کی یہ عادت تھی کہ احادیث کی تفسیر میں اس طرح الفاظ بڑھا دیتے کہ لفظ تفسیر بھی غائب کر دیتے تھے جس کے باعث ان کے بعض معاصرین ان سے کہتے ''افصلْ کلامَک من کلامِ النبی ﷺ'' '' آپ اپنی بات کو نبی ﷺ کی بات سے جدا کیجئے۔'' (النکت علی مقدمة ابن الصلاح، ص ۲۹۱ ج ۲)۔

جس طرح مذکورہ حدیث میں فانتھی الناس الخ کا پورا ٹکڑا امام زھری کا ادراج ہے زیر بحث روایت کا آخری ٹکڑا جس میں نبی ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب کر دی گئی ہے جو عصمت سید الانبیاء کے سراسر منافی ہے اگر اس حصہ کو ادراج قرار دے دیا جائے جیسا کہ علامہ کرمانی شارح بخاری نے فرمایا ہے تو ساری بحث کا خاتمہ ہو جاتا ہے کہ یہ صرف اور صرف امام زھری کا کلام اور ان کا اپنا خیال ہے اس سے زیادہ علمی دنیا میں اس کی کوئی حیثیت نہیں اور واضح کر دیا جائے کہ سید الانبیاء علیہم السلام ﷺ کی پاکیزہ زندگی خودکشی کے عزم وارادہ کے بدنما دھبے سے پاک اور منزہ ہے۔

ہاں علماء کا ایک طبقہ اس روایت کو مرسل قرار دے رہا ہے، اس لئے اب ہم امام زھری کی مرسل روایتوں کا جائزہ اختصار کے ساتھ لے رہے ہیں۔

امام زھری کی مراسیل پر ائمہ نے سخت تنقیدیں کی ہیں:

(۱) جرح وتعدیل کے بانی امام یحیٰ بن سعید قطان متوفی ۱۹۸ھ امام ذہبی جیسے ناقد بصیر نے ان کو امیر المؤمنین فی الحدیث لکھا ہے، یہ امام اعظم کے شاگرد ہیں اور حنفی ہیں، امام ذہبی فرماتے ہیں: ''کانَ فی الفروعِ علی مذھبِ أبی حنیفة'' (سیر أعلام النبلاء، ص ۱۱۱ ج ۸)۔ ''مسائل میں یہ حنفی تھے۔''

حدیث وفن رجال کے ائمہ کبار ان کے سامنے باادب کھڑے رہتے اور درس حدیث لیتے۔ علامہ جمال الدین مزی رقمطراز ہیں: اسحاق بن ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ میں امام یحیٰ بن قطان کو دیکھتا کہ عصر کی نماز پڑھتے پھر اپنی مسجد کے منارہ کے نیچے ٹیک لگا کر بیٹھتے اور علی بن مدینی، شاذ کونی، عمرو بن علی، احمد بن حنبل اور یحیٰ بن معین وغیرہ ائمہ سعید قطان سے حدیثوں کے بارے میں پوچھتے اور یہ جواب دیتے اور یہ سب ائمہ دورانِ درس کھڑے رہتے۔

''إلی أن تحین صلاة المغرب لایقول لأحدٍ منھم اجلسْ ولا یجلسون ھیبة له وإعظاماً.''

(تھذیب الکمال، ص ۳۳۹ ج ۳۱)۔

یہاں تک کہ نماز مغرب کا وقت آ جاتا، امام یحیٰ کسی سے نہ فرماتے کہ بیٹھ جا اور نہ ہی حضرات ائمہ رعب واحترام کے مارے بیٹھتے۔

ان ائمہ میں ابن معین اور علی بن مدینی وغیرہ امام بخاری کے مشائخ واساتذہ ہیں، امام بخاری اپنے شیخ علی بن مدینی کے بارے میں فرماتے ہیں: ''مااستصغرتُ نفسی عند أحدٍ إلا عندَ علی بن المَدینی''

(سیر أعلام النبلاء، ص ۴۴۲ ج ۹)۔

''میں نے کسی کے سامنے خود کو ہیچ اور کمتر نہ سمجھا مگر علی بن مدینی کے سامنے۔''

یہ علی مدینی اور یہ ابن معین اور یہ امام احمد بن حنبل امام یحیٰ قطان کے شاگرد ہیں۔ یہ امام یحیٰ قطان فرماتے ہیں:

مرسلُ الزَّهری شرٌّ مِن مرْسَلِ غیرِهِ لأنَّه حافظٌ و کلَّما قدَر أنْ یسمیَ سَمَّی و إنَّما یترُک من لا یحبُّ أن یسمیهِ أوْیستحی'' (سیر أعلام النبلاء للذهبی، ص ۳۴۱ ج ۶ ومرویات الامام الزهری المعلة، ص ۴۸ ج ۱).

''زھری کی مرسل روایتیں دوسروں کی مرسل روایتوں سے بدتر ہیں اس لئے کہ وہ حافظ ہیں ان کو راوی کا نام لینے کی قدرت ہے اور جب چاہتے ہیں راویوں کا نام لیتے ہیں وہ تو اس لئے راویوں کا نام نہیں لیتے کہ ان کو پسند نہیں کرتے یا ان کا نام لیتے ہوئے ان کو حیاء آتی ہے۔''

امام ابن سعید قطان یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ زھری اپنی مرسل روایتوں میں درمیان کے راویوں کو اس لئے ظاہر نہیں کرنا چاہتے کہ ان کا نام لینا پسند نہیں یا ان کا نام لینے میں ان کو حیاء آتی ہے۔

(۲) امام شافعی زھری کی مراسیل کے بارے میں فرماتے ہیں:

''إرسَال الزهرِی عندنَا لَیسَ بِشیءٍ و ذلکَ أنَّا نَجدُهُ یَروِی عَن سلیمان بن أرقم''

(مرویات الزهری ص ۴۸ ج ۱).

''زھری کی مرسل روایتیں ہمارے یہاں کچھ حیثیت نہیں رکھتیں اس لئے کہ ہم ایسا پاتے ہیں کہ زھری سلیمان بن ارقم (جو متفقہ طور پر ضعیف ہیں) سے روایت کرتے ہیں۔''

امام شافعی مراسیل زھری کو ناقابل اعتبار اس لئے قرار دے رہے ہیں کہ وہ ضعیف راوی سے روایت لیتے ہیں۔

(۳) امام یحییٰ بن معین متوفی ۲۳۳ھ حنفی تھے (سیر اعلام النبلاء، ص ۲۱۰ ج ۹) اور جرح وتعدیل کے دوسرے بڑے امام جن کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنے فتاوٰی میں امام اَجل لکھا اور جو تمام مکاتب فکر میں یکساں مقبول اور معتمد اور امام بخاری کے استاذ ہیں، وہ فرماتے ہیں:

''مُرسَلُ الزهری لیس بشیء'' (مرویات الزهری، ص ۴۸ ج ۱).

''زھری کی مراسیل کچھ نہیں ہیں۔''

(۴) امام بخاری کے دوسرے شیخ علی مدینی متوفی ۲۳۴ھ جن کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے امام اَجل فرمایا، ان سے حدیث ''لانَذرَ فی معصیةِ اللّٰه و کفَّارتُهُ کفارةُ یَمینٍ'' (حاشیة مرویات الامام الزهری، ص ۴۸ ج ۱) کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا، اس روایت کو زھری نے سلیمان بن ارقم سے سنا ہے مزید فرمایا: اسی وجہ سے میں کہتا ہوں:

''إن مرسَلات الزهری ردیة'' (مرویات الامام الزهری، ص ۴۸ ج ۱).

کہ زھری کی مرسلات ردی ہیں۔

امام ذہبی جو نقد اور جرح وتعدیل کے ایسے ناقد وبصیر ہیں جن کی تحقیقات عصر قدیم اور عصر جدید دونوں میں نہایت وقیع سمجھی جاتی ہیں اور جن کی تصریحات کے سامنے چوٹی کے محققین بھی سر تسلیم خم کردیتے ہیں وہ مراسیل زھری کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''مَراسیلُ الزهری کالمُعضَلِ لأنَّه یکون قد سَقط منه اثنانِ ولا یسوغُ أن نَّظن به انه أَسقط الصحابی فقط ولو کان عِنده صحابی لأوضحَهُ ولمَّا عجز وصله ولو أنه یقولُ عن بعضِ أصحابِ النبی ﷺ'' (سیر أعلام النبلاء، ص ۳۴۰ ج ۶).

''زھری کی مرسلات ''معضل'' روایتوں کی طرح ہیں، اس لئے کہ اس

کے دو راوی ساقط ہوتے ہیں اور یہ جائز نہیں کہ ہم یہ خیال قائم کریں انہوں نے صرف صحابی کو ساقط کیا ہے، اگر صرف صحابی کے ساقط کرنے کی بات ہوتی تو وہ یقیناً صحابی کا ذکر کر دیتے لیکن وہ ایسا کرنے سے عاجز و درماندہ رہے تو وہ اگرچہ کہیں کہ یہ روایت بعض صحابہ سے مروی ہے مگر یہ مسموع نہ ہوگا۔''

امام ذہبی واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ان کی مراسیل دیگر مرسل روایتوں سے بھی کم درجے معضل جیسی ہیں جن میں دو دو راوی ساقط ہیں۔

امام سیوطی بھی ''تدریب الراوی'' میں مراسیل زہری کے بارے میں تین بڑے ائمہ یحییٰ بن سعید، ابن معین اور امام شافعی کی رائیں ان الفاظ میں نقل فرماتے ہیں:

''قال ابنُ معین ویحیی بن سعید القطان لَیس بشَیءٍ وکذا قال الشافعی قال لأنّا نجده یَروی عن سلیمان بن أرقَم'' (تدریب الراوی، ص ۱۶۹ ج ۱).

''ابن معین اور یحییٰ بن سعید قطان نے فرمایا: زہری کی مرسل روایتیں کچھ نہیں ہیں، یہی امام شافعی کا بھی قول ہے، مزید فرمایا اس لئے کہ ہم ایسا پاتے ہیں کہ زہری سلیمان بن ارقم سے روایت کرتے ہیں۔''

امام بیہقی نے امام یحییٰ بن سعید قطان سے روایت کی ہے:

''مُرسلُ الزّهری شَرٌّ من مُرسلِ غیرِه'' (تدریب الراوی، ص ۱۶۹ ج ۱).

''زہری کی مرسلات دوسروں کی مرسلات سے بدتر ہیں۔''

یہ سارے ائمہ کبار متفق ہیں کہ امام زہری کی مرسل روایتیں مذکورہ اسباب و علل کے باعث اعتبار کے لائق نہیں۔

علوم حدیث پر مصر سے شائع ہونے والے جدید انسائیکلو پیڈیا میں مرقوم ہے:

''وَلِلزهریِّ نحوٌ من تِسعینَ حدیثاً یرویهِ عنِ النبی ﷺ لا یُشارکه فیهِ أحد بأسانیدَ جیاد'' (موسوعة علوم الحدیث، ص ۴۱۷).

''زہری کی تقریباً نوے (۹۰) ایسی روایتیں ہیں جن کو وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں اور ان حدیثوں کو کسی نے بھی اچھی سند سے روایت نہیں کیا ہے۔''

متنِ حدیث:

پچھلے صفحات میں مرسل امام زہری کے روایتی پہلو پر ہم تفصیل سے گفتگو کر چکے ہیں اب اجمالاً اس روایت کے متن اور الفاظ پر بھی روشنی ڈالیں گے۔ علماء و محدثین اور ناقدین کے یہاں روایت قبول کرنے کے لئے اس کا متن اور الفاظ کا صحیح ہونا بھی ضروری ہے اور متن کے صحیح ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ دین کے اصولوں میں کسی اصول سے متصادم نہ ہو۔

علامہ محمد صادق عرجون نے بڑی دقت نظری سے اس پر اظہار خیال فرمایا ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:

''فصِحَّة المتنِ شرطٌ مع صحةِ السندِ فی قَبول النَّص المسمُوعِ بمعنی أنَّ الحدیث یجبُ أن یکونَ صَحیحَ السَنَدِ مرویّاً عنِ الثقاتِ الضَّابطینَ ویجبُ معَ ذلک أن یکونَ صحیحَ المتنِ، فلا یتعارضُ مع أصل من أصولِ الایمانِ المتّفق علیها بینَ أئمةِ الدین والعلم ولا یتعارضُ مع الدلائلِ الظاهرةِ التی تخالِف مدلولَ النصّ المروی بالسند الصحیحِ'' (محمد رسول الله، ص ۳۸۷ ج ۱).

﴿جاری ہے﴾

☆☆☆

مادہ ہائے تاریخ سال وصال۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

از: محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری

قرآنی مادۂ تاریخ (سالِ وصال)

"رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ" (التوبۃ)

۹ ۲ ۴ ۱ ھ

دیگر مادہ ہائے تاریخ

۱۴۲۹ھ

"فروغِ محفلِ عبدہٗ"

"کمالِ ذوقِ عشقِ نبی"

"مملکتِ معرفتِ مدینہ"

"عظیم، مسعود دیدہ ور"

"شمعِ رشادت وحق"

"منہاجِ گلشنِ رُشد وہدایت"

"تجلیاتِ گداز وعلم وعرفان"

"ادراک، اخلاص وللّٰہیت"

"خیر، سعادت، مجد، آگاہی"

"عزیزِ خلقِ خدا"

۲۰۰۸ء

"شمعِ منزلِ عظمتِ نبی"

"آنِ فیضانِ اہلِ شریعت"

"لازوال حسن وجمالِ شہرستانِ طریقت"

"فروغِ علم وتصوف"

"تنویرِ فیضانِ عرفان"

"پاکی، خوبی وخیر وسعادت"

"اکمال، شرف، اَوج وفضیلت"

"سلسبیلِ تذکیر ودعوت"

"مظہرِ آنِ اخیار"

"نفیس، باوقار، دلنواز شخصیت"

نتیجۂ فکر

محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری

قطعاتِ تاریخ (سالِ وصال)

ماہرِ رضویات حضرت علامہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی مظہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کراچی۔ تاریخ وصال: ۲۸ر اپریل ۲۰۰۸ء/۲۲ر ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ

صَفا، علم و ہُدیٰ کا گاہوارہ — معظم، محترم اس کا گھرانہ
اُسی کو اُس نے اپنایا بہ اخلاص — جو تھا اُس کے بزرگوں کا طریقہ
جو اسلافِ مکرم کی ہے پہچان — وہی تھا اُس کا بھی معمول وشیوہ
اُسی کو اختیار اُس نے کیا تھا — جو نامی اُس کے آبا کا ہے رستہ
جو کام اُس کے اکابر نے کیے ہیں — وہی پیشِ نظر رکھے ہمیشہ
فروغِ علم و فقر و معرفت میں — بلند اُس بندۂ حق کا ہے رُتبہ
زباں اُس کی گُل افشانِ حقائق — گہر بارِ معارف اُس کا خامہ
پئے اوج و کمال و فرِّ اسلام — گزارا زندگی کا لمحہ لمحہ
جدوجہد اوجِ حق کی عمر بھر کی — عزیمت استقامت کا نمونہ
طریقت کے ادب کے ارتقاء میں — ہے اُس کا قابلِ تحسیں حصہ
وہ پیری میں بھی تھا فعّال وپُر جوش — عمل محکم توانا۔اس کا جذبہ
تہی دستانِ علم و معرفت کو — وجود اُس کا تھا قدرت کا عطیہ
ہمارے اوجِ پارینہ کا طالب — سراپا آرزوئے شانِ رفتہ
وہ سرافرازِ دوراں، اُس کے سر پر — رضا کا تھا، مجدد کا تھا سایہ
زعیمِ فقر کے فیضِ نظر سے — زمانے نے کیا خوب استفادہ
لیا دستِ اجل نے چھین ہم سے — متاعِ علم، دانش کا خزینہ
ہمارے درمیاں سے اُٹھ گیا آہ — خدائے پاک کا مقبول بندہ
سپردِ خاک ہم نے کردیا ہے — وہ علم و معرفت کا ماہ پارہ
شکستہ دِل ہے ہجرِ باغباں میں — چمن کا بُوٹا بُوٹا، پتّہ پتّہ
نواز اُس کو الٰہی مغفرت سے — بحقِ جانِ رحمت، ماہِ طیبہ
ترے لطف و کرم کا مستحق ہے — وہ تیرا مخلص و محبوب بندہ

کہا طارق نے اس کے وصل کا سال
''یگانہ، حُسنِ وَجِیہ مظہر اللّٰہ''
۹ ۲ ۴ ۱ ھ

(۲)

وقیع و معتبر خوب و ثمرور
به دینِ مصطفیٰ خدمت که اُو کرد

به ورع و اتقا، بے ہمتا بود
در علم و آگہی لاریب اُو فرد

وجودش حسنِ بزمِ حکمتِ دین
ریاضِ معرفت را خوشنما ورد

به باغِ دانشِ احمد رضا خان
جہادِ او بہارِ تازہ آورد

علیل و پیر بُد، درخدمتِ دین
نه پروا آں محبِّ مصطفیٰ کرد

چه گویم از کُجا الفاظ آرم
دماغم غم زدہ و قلب پُردرد

فسُردہ خاطرِ تحقیق و تحریر
رُخِ تعلیم و فقر و معرفت زرد

بگفتم سالِ وصلش از ''جہاد'' آہ
۱۳

''حق آگاہ وسعادت یافتہ مرد''

۱۳ + ۱۴۱۶ = ۱۴۲۹ھ

(۳)

وہ دیدہ زیب پیکر خوبیوں کا
نہ ایسے لوگ پیدا ہوں گے ہر روز

بِتائی عمر اس نے درسِ حق میں
زباں سے بھی قلم سے بھی حق آموز

سعادت مند داعی خیر کا تھا
فروغِ دین کا ساعی شب و روز

صفا کا معرفت کا بزم آرا
وہ علم و آگہی کا محفل افروز

نہیں ہے کل طبیعت کو کسی پل
خبر جب سے سُنی میں نے یہ دل سوز

سر ''بے مثل'' سے تاریخِ رحلت
۲

''وقوعہ ہے قیامت خیز و دل دوز''

۲ + ۱۴۲۷ = ۱۴۲۹ھ

(۴)

افتخارِ بزمِ علم و آگہی ● محفلِ تحقیق و دانش کا وقار

بے بہا گوہر وہ کانِ فقر کا | معدنِ عرفاں کا دُرِّ شاہوار
اُس کے علمی کارناموں کو مِلا | اہلِ دل، اہلِ نظر میں اعتبار
لایا دانش ور وہ مردِ شہ دماغ | رضویت کے باغ میں تازہ بہار
شیخ احمد کا نقیبِ فقر و فکر | وہ مجدد کے چمن کا آبیار
اُس کی رحلت سے ہوئے خدامِ دیں | دل فگار و اشکبار و بے قرار

وصل کا طارقؔ نکل آیا ہے سال
''صاحبِ عرفاں'' کہا جب چار بار
۵۰۲

۵۰۲×۴ = ۲۰۰۸ء

(۵)

وہ ممتاز و مؤقر عالمِ دین | وہ اِک شیخِ طریقت شہرہ آفاق
وہ دیدہ ور قلم کا نادرہ کار | وہ غور و فکر میں ریسرچ میں طاق
نگارش دل پذیر و پُر معانی | غرابت جس میں تھی کوئی نہ اغلاق
بہ طرزِ نو دیے ترتیب اُس نے | کتابِ فقر و آگاہی کے اوراق
اثر انگیز تھا اندازِ تحریر | کیا اُس نے مبرہن حق کا احقاق
کڑی تھا معرفت کے سلسلے کی | جنودِ خیر سے تھا اس کا الحاق
غمیں اُس کی جدائی سے ہوئے ہیں | جو ہیں دینِ مہ طیبہ کے عشاق
یہ صدمہ حق پرستوں کے دلوں پر | حقیقت یہ ہے، گزارا ہے بہت شاق

سعیدِ عصر کی تاریخِ رحلت
کہی، ''وہ خوبیِ ایوانِ اخلاق''
۱۴۲۹ھ

(۶)

مستعدی، انتہائی عمدگی کے ساتھ وہ | عمر بھر کرتا رہا تقسیمِ شہدِ رضویات
مدتوں بزمِ وفا میں یاد رکھی جائے گی | قابلِ تحسین اُس کی جدوجہدِ رضویات

والۂ احمد رضا، تصویرِ صدق و علم و فقر
اُس کی رحلت کی کہی تاریخ ''جہدِ رضویات''
۱۴۲۹ھ

(۷)

علم و حکمت کی محافل میں رکھا جائے گا یاد — صدرِ بزمِ فقر وہ مسند نشینِ معرفت
تھا وجود اُس بندۂ مسعود کا اِس دور میں — حُسنِ روئے اہتدا، نورِ جبینِ معرفت
ہم بظاہر ہوگئے محروم اُس کی دید سے — خاک میں پنہاں ہوا دُرِّ ثمینِ معرفت
اب طریقت کے چمن میں دیدہ ور ایسا کہاں — پھول ایسا کب کھلائے گی زمینِ معرفت

کی رقم ''آگاہی'' کے ساتھ اُس کی تاریخِ وصال
۳۷
باسعادت وہ ''گُلِ باغِ حسینِ معرفت''
۳۷ + ۱۹۷۱ء = ۲۰۰۸ء

(۸)

مکرم ڈاکٹر مسعود احمد — غلامانِ رسولِ حق کا غم خوار
وہ عالی مرتبت شیخِ زمانہ — وہ نخلِ دانش و عرفاں کا سالار
وہ تھا باغِ شریعت کا محافظ — طریقت کے گلستاں کا نگہدار
وہ اِک بیدار مغز انسان جس نے — کیا سوئے ہوئے بندوں کو بیدار
عمل خوب، حق نما کردار اس کا — دِل آویز اس کا تھا اندازِ گفتار
خُوشا اُس کی زباں کی گُل فشانی — قلم تھا عمر بھر اُس کا گُہر بار
پئے اَوج و فروغِ دینِ حق، کام — کیا مسعود احمد نے لگاتار
کیا واضح مقام احمد رضا کا — مجدد کی سنواری بزمِ افکار
کیا کام اُس نے تعمیر حرم کا — حَرم کا خاندانی تھا وہ معمار
بڑا انسان تھا لیکن کبھی بھی — کیا اس نے بڑائی کا نہ اظہار
یہ ہے میری سعادت، میں نے اس کو — سُنا ہے اور دیکھا ہے کئی بار
معنبر ہو الٰہی اُس کا مرقد — ہو یارب قبر اُس کی شرقِ انوار
وہ تیرے دین کا بے لوث خادم — وہ تیری مہربانی کا ہے حق دار

وصالِ بندۂ حق آشنا کی
رقم تاریخ کی ''منظورِ اخیار''
۲۰۰۸ء

﴿محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری﴾

صدیوں تجھے گلشن کی فضا یاد کرے گی

از: ابوبلال محمد سیف علی سیالوی

۲۱ ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ۔ ۲۸ اپریل ۲۰۰۸ء بروز پیر بعد نمازِ عشاء ''ترجمان السنۃ'' کے مطالعہ میں مصروف تھا کہ لائٹ چلی گئی۔ میں نے کتاب بند کی اور چارپائی پر لیٹ گیا۔ میری شاید آنکھ بھی نہ لگی ہوگی کہ فون کی گھنٹی بجی۔ گیارہ بج کر انچاس منٹ تھے کہ لاہور سے ادیب شہیر ملک محمد محبوب الرسول قادری صاحب مدظلہ الاقدس نے اطلاع دی کہ حضرت مسعودِ ملت ماہر رضویات ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب انتقال فرما گئے ہیں۔ اس خبر سے دل کی دنیا اُجڑ گئی، غموں کے دریا میں ڈوب گیا اور سنّیت یتیم سی محسوس ہونے لگی۔ میں فیصلہ نہ کر سکا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ آخر ملک صاحب کو لاہور فون کیا اور ان سے پوچھا کہ ڈاکٹر صاحب کس وقت ہمیں بے سہارا چھوڑ کر اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوئے؟ تو ملک صاحب نے بتایا کہ عشاء کی نماز کے بعد کراچی میں آپ نے وصال فرمایا ہے۔

فوراً کراچی، مدیر اعلیٰ ''معارفِ رضا'' حضرت علامہ سید وجاہت رسول قادری صاحب کو فون کیا۔ آپ سے اظہارِ افسوس کیا۔ آپ بہت اُداس محسوس ہو رہے تھے۔ میں نے عرض کی، حضور مجھے تو محسوس ہوتا ہے کہ سنّیت آج یتیم ہوگئی ہے۔ شاہ صاحب فرمانے لگے، بالکل ایسا ہی ہے۔ آپ اس وقت ڈاکٹر صاحب کی رہائش گاہ پر ہی تھے۔ آپ نے میری بات ڈاکٹر صاحب کے صاحبزادے ڈاکٹر محمد مسرور احمد صاحب مدظلہ العالی سے کرائی۔ میں نے ان سے اظہارِ تعزیت کیا۔ لاہور، پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''جہانِ رضا''، گجرات حضرت مولانا مفتی اشرف القادری صاحب، لاہور حضرت مولانا محمد منشا تابش قصوری صاحب سے فون پر اظہارِ تعزیت کیا۔ یہ تمام حضرات ڈاکٹر صاحب کی جدائی کو ناقابلِ تلافی نقصان سمجھ کر خون کے آنسو رو رہے تھے۔ ماہرِ رضویات مسعودِ ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی دہلوی علیہ رحمۃ ۲۹ رجمادی الآخر ۱۳۴۸ھ/ ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۰ء دہلی میں حضرت مولانا شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ مسلکاً سُنّی، مذہباً حنفی اور مشرباً نقشبندی مجددی اور مولوداً دہلوی تھے۔

قرآن حکیم کی تعلیم کے بعد ۱۰ سال کی عمر میں اپنے جدِّ امجد مفتی شاہ محمد مسعود دہلوی علیہ رحمۃ کے قائم کردہ مدرسۂ عالیہ عربیہ فتح پوری میں دینی تعلیم ۵ سال تک حاصل کی۔ ۱۹۴۸ء میں مشرقی پنجاب یونیورسٹی سے فاضل فارسی کا امتحان پاس کیا۔ پاکستان ہجرت کے بعد آپ نے حیدرآباد میں رہتے ہوئے ۱۹۵۶ء میں بی۔اے اور ۱۹۵۸ء میں ایم۔اے اردو کی اسناد سندھ یونیورسٹی، جامشورو سے حاصل کیں جبکہ پی۔ایچ۔ڈی کی سند ۱۹۷۱ء میں جامعہ سندھ سے ہی حاصل کی۔ آپ کے مقالہ کا عنوان تھا: ''اردو میں قرآنی تراجم و تفاسیر''۔ اور آپ کے نگران تھے پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نقشبندی مجددی۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنی ملازمت کا آغاز ۱۹۵۸ء میں حیدرآباد کے ایک کالج میں لکچرار کی حیثیت سے کیا۔ آپ جلد ہی شعبۂ اردو

کے سربراہ بن گئے۔

۱۹۷۰ء تا ۱۹۹۱ء صوبۂ سندھ کے مختلف کالجوں میں پرنسپل کی حیثیت سے خدمت انجام دیتے رہے۔ ۱۹۹۰ء میں کچھ عرصہ کے لیے سندھ گورنمنٹ کی وزارتِ تعلیم میں ایڈیشنل سیکریٹری کے اعلیٰ عہدے پر بھی فائز رہے۔ آخر میں سکھر کے گورنمنٹ ڈگری کالج و پوسٹ گریجویٹ سینٹر میں پرنسپل کے عہدے پر فائز رہتے ہوئے ۳۰؍اپریل ۱۹۹۱ء میں ریٹائر ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ملازمت کے اس طویل دور میں ہمیشہ اسلامی وضع قطع کے ساتھ رہے اور اپنے اسلاف کی تعلیمات کا آئینہ بنے رہے۔

ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ناچیز کو پہلی مرتبہ ٹیلی فون پر دھیمی دھیمی آواز سننے کا موقع دسمبر ۲۰۰۷ء کے آخری ایام میں ملا اور اس ٹیلیفونک ملاقات کا سبب تفسیر مظہر القرآن کا مقدمہ بنا۔ مظہر القرآن، جلد اول، صفحہ ۱۳ (مطبوعہ ضیاء القرآن) پر ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تسامح ہوا۔ میں نے ایک دو علماء سے مشورے کے بعد ڈاکٹر صاحب سے فون پر رابطہ کیا، ڈاکٹر صاحب کو متنازع عبارت پڑھ کر سنائی۔ آپ نے بڑی شفقت اور توجہ سے ناچیز کی گذارش کو سنا اور فوراً فرمایا، آپ صحیح کہتے ہیں، یہ عبارت ٹھیک نہیں ہے، میں اس کی اصلاح کروں گا۔ میں بہت حیران ہوا کہ اتنی بڑی شخصیت ہو کر اتنے چھوٹے آدمی کی بات کو سنا اور پھر رجوع فرمالینا فی زمانہ مخلص فی الدین ہونے کی بڑی اعلیٰ مثال ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ ابھی تک آپ یہ کام بھی نہ کر پائے تھے کہ اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے۔

ڈاکٹر صاحب علیہ رحمۃ کا نکاحِ مسنونہ ۲۳؍ربیع الاول ۱۳۸۴ھ/۱۲؍اگست ۱۹۶۴ء کو کراچی میں سید مظہر علی شاہ صاحب کی دُختر نیک اختر سے ہوا جس میں والد ماجد کے علاوہ مفتی محمود الوری، حکیم مشتاق احمد حیدری اور سید آل احمد معینی، شاکر اجمیری بھی شریک ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب کے صاحبزادے میاں محمد مسرور احمد ماشاء اللہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں، صاحب اولاد اور بقیدِ حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ عزوجل آپ کو صحت و عافیت کے ساتھ تادیر سلامت رکھے۔ آمین۔

ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پہلا حج ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء میں مع اہل وعیال ادا کیا اور اپنے صاحبزادے میاں مسرور احمد کو مکہ معظمہ میں بیت اللہ شریف کے سامنے بیعت کیا اور خلافت و اجازت اپنے سلسلہ کی عطا کی۔ ڈاکٹر صاحب علیہ رحمۃ نے اپنے سلسلہ میں بیعت کا آغاز ۲۴؍دسمبر ۱۹۷۴ء کو سندھ میں قیام کے دوران کیا اور مولانا محمد عطا صاحب آپ کے سب سے پہلے مرید ہیں۔

دینی و علمی خدمات:

ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تصنیفی کام کا آغاز دورانِ تعلیم ہی شروع کردیا تھا۔ سب سے پہلا مقالہ حضور جانِ کائنات ﷺ کی شان میں بعنوان ''نقطۂ کمال'' ۱۹۵۷ء میں تحریر کیا جو لاہور سے شائع ہوا۔ پھر قلم قرطاس کا رشتہ ایسا مضبوط ہوا کہ آپ نے تقریباً ۶۰ سال مسلسل لکھا۔ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کی تعداد ۱۵۰ سے زیادہ ہے جس کی کچھ تفصیل آپ خود اس طرح بیان فرماتے ہیں:

''فقیر نے ۱۹۶۰ء سے ۱۹۷۰ء کے درمیان حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ پر کام کیا۔ پھر ۱۹۷۰ء سے ۱۹۹۲ء تک امام احمد رضا محدثِ بریلوی رضی اللہ عنہ پر کام کیا جو ابھی تک جاری ہے۔ ۱۹۹۲ء سے ۲۰۰۲ء تک مسلکِ اہلِ سنت و

جماعت پر کام کیا، یہ بھی ابھی تک جاری ہے۔

۲۰۰۲ء میں پھر امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کی تقریب یہ ہوئی کہ ماہ مذکورہ میں محبی علامہ رضوان احمد نقشبندی نے فقیر کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے حالات و خدمات پر ایک یادگار مجموعہ مرتب کرنے کی طرف متوجہ کیا۔ بات دل کو لگی۔ جب خیال آیا تو ایک نقطہ تھا، پھیلتے پھیلتے جہانِ امام ربانی مجددِ الف ثانی بن گیا۔ ایک قطرہ تھا، پھیل کر سمندر بن گیا۔ ایک شگوفہ تھا، کھل کر گلشن بن گیا۔ ایک ستارہ تھا، چمک کر آفتاب بن گیا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ عزوجل کے فضل و کرم اور اہلِ محبت کے تعاون سے ممکن ہوا۔" (جہانِ امام ربانی، جلد اول، صفحہ:۶۹)

حضرت مسعودِ ملت میرے کتب خانہ میں:

اب میں حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ان کتب کا مختصر تعارف پیش کروں گا جو میرے کتب خانے میں تادمِ تحریر موجود ہیں:

۱۔ فاضلِ بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں: صفحات:۲۶۳۔ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ اکتوبر ۱۹۷۳ء میں شائع ہوئی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ کتاب ایک سال میں دسمبر ۱۹۷۲ء میں مکمل کی تھی جس کے نہ جانے کتنے ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

۲۔ تحریک آزادیٔ ہند اور السواد الاعظم: صفحات:۲۹۱۔ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔ یہ کتاب ڈاکٹر صاحب نے مارچ ۱۹۷۷ء میں تحریر فرمائی تھی۔ اپنے عنوان کے لحاظ سے حرفِ آخر کا درجہ رکھتی ہے۔

۳۔ خلفائے محدث بریلوی علیہ الرحمۃ: صفحات:۱۵۶۔ مطبوعہ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی۔ یہ کتاب پہلی بار اکتوبر ۱۹۹۸ء میں رضا اکیڈمی، لاہور نے شائع کی۔ ناچیز کے پاس جو نسخہ ہے، وہ اضافہ شدہ اور ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی کا شائع کردہ ہے۔

۴۔ اُجالا: صفحات:۴۸۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی، لاہور۔ ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمۃ نے یہ مقالہ ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ میں مکمل کیا۔ رضویت کے عنوان پر بڑا پُر مغز اور جامع مقالہ ہے۔

۵۔ حیاتِ امام اہلسنّت: صفحات:۵۵۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی، لاہور۔ یہ کتابچہ ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمۃ نے اگست ۱۹۷۹ء میں مکمل فرمایا۔ اس کتابچے کا تعارف "حرفِ آغاز" کے عنوان سے ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمۃ خود رقم فرماتے ہیں کہ پیشِ نظر مقالہ ۱۹۸۰ء میں حکومتِ پاکستان کے تحقیقی ادارے ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد نے اپنے ماہنامے "فکر و نظر" میں تین اقساط، اپریل، مئی، جون ۱۹۸۰ء میں شائع کیا۔ بعد میں کتابی شکل میں شائع ہوا۔

۶۔ رہبر و رہنما: صفحات:۲۴۔ مطبوعہ مرکزی مجلس امام اعظم رجسٹرڈ، لاہور۔

۷۔ دائرۂ معارف امام احمد رضا: صفحات:۸۰۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی، لاہور۔

۸۔ مشرق کا فراموش کردہ نابغہ: صفحات:۴۰۔ مطبوعہ بزمِ عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ، لاہور۔ یہ مقالہ جولائی ۱۹۷۶ء میں لکھا گیا۔

۹۔ گناہ بے گناہی: صفحات:۹۶۔ مطبوعہ ادارۂ اصلاح فکر و نظر، لاہور۔ یہ کتاب ڈاکٹر صاحب نے دسمبر ۱۹۸۰ء میں پایۂ تکمیل تک پہنچائی۔

۱۰۔ **گویا دبستان کھل گیا:** صفحات: ۴۷۔ مطبوعہ ادارۂ مسعودیہ، کراچی۔ یہ کتاب ڈاکٹر صاحب نے جنوری ۱۹۸۹ء میں لکھی تھی۔

۱۱۔ **محدثِ بریلوی:** صفحات: ۱۶۰۔ مطبوعہ ادارۂ نعمانیہ، لاہور۔ یہ تصنیف آپ نے ۷؍مارچ ۱۹۸۶ء میں مکمل کی تھی اور ۱۹۹۰ء میں ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا نے کراچی سے شائع کی تھی۔

مذکورہ ایک درجن کے قریب کتابیں حضرت مسعود ملت علیہ رحمۃ نے امام عشق و محبت امام احمد رضا فاضلِ بریلوی کی شخصیت کو آشکار اور عالمی سطح پر آپ کو متعارف کرانے کے لیے لکھی تھیں۔

۱۲۔ **گلدستۂ منظوم** صفحات: ۶۴۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی، لاہور۔ مذکورہ گلدستہ آپ نے اگست ۱۹۶۹ء میں ترتیب دیا تھا جس میں مختلف شعراء کا نعتیہ کلام بڑے سلیقے سے یکجا کر دیا گیا ہے۔

۱۳۔ **علم غیب:** صفحات: ۱۶۔ مطبوعہ ادارۂ مسعودیہ، کراچی۔ مذکورہ کتاب مسعود ملت نے ۶؍دسمبر ۱۹۹۳ء کو مکمل کی۔ علمِ غیبِ مصطفیٰ ﷺ پر بڑی انوکھی اور جاندار و مدلل تصنیف ہے۔

۱۴۔ **قیامت:** صفحات: ۶۴۔ مطبوعہ مرکزی مجلس امام اعظم، لاہور۔ قیامت کا چونکہ وقت مقرر نہیں ہے کیونکہ اس کا معنی ہی یک لخت آنے والی ہے شاید اسی لیے ڈاکٹر صاحب نے بھی اس پر سنِ تصنیف درج نہیں فرمایا البتہ سنِ اشاعت ۱۹۹۵ء مرقوم ہے۔

۱۵۔ **نئی نئی باتیں:** صفحات: ۳۲۔ مطبوعہ مرکزی مجلس امام اعظم، لاہور۔ اس کتاب کا سنِ تالیف ۱۹۹۴ء ہے۔ بدعت کی حقیقت اور شرعی حیثیت بڑے مدلل انداز میں واضح کی گئی ہے۔

۱۶۔ **سلام و قیام:** صفحات: ۱۶۔ مطبوعہ مرکزی مجلس امام اعظم، لاہور۔ ۱۷؍دسمبر ۱۹۹۵ء کو ماہرِ رضویات علیہ رحمۃ نے یہ مختصر مگر نہایت ہی لطیف تصنیف مکمل فرمائی۔

۱۷۔ **جانِ ایمان:** صفحات: ۵۶۔ مطبوعہ ادارۂ مسعودیہ، کراچی۔ ۷؍مارچ ۱۹۷۵ء جمعۃ المبارک کو یہ تحفہ آپ نے حضورِ جانِ ایمان علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔

۱۸۔ **عیدوں کی عید:** صفحات: ۳۲۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی، لاہور۔ اردو، عربی، فارسی، سندھی، ہندی، انگلش۔ ۶ زبانوں میں یہ اچھوتی کتاب بڑی محنت سے آپ نے مرتب فرمائی۔

۱۹۔ **نور و نار:** صفحات: ۹۶۔ مطبوعہ تحریک تفہیم الاسلام، کراچی۔ دوسرا نسخہ بزمِ رضویہ، لاہور کا شائع کردہ ناچیز کے پاس موجود ہے۔ ۱۳؍جولائی ۱۹۸۴ء آپ نے یہ حقائق قوم کے سامنے پیش کئے۔

۲۰۔ **نسبتوں کی بہاریں:** صفحات: ۱۵۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی، لاہور۔ عقیدے کی اصلاح کے لیے ۱۳؍جون ۱۹۹۴ء کو آپ نے کتابچہ مکمل فرمایا۔

۲۱۔ **قبلہ:** ۳۰ صفحات کا یہ جامع اور دلچسپ رسالہ آپ نے ۲۱؍مئی ۱۹۹۵ء میں مکمل کیا۔

۲۲۔ **تعظیم و توقیر:** صفحات: ۱۶۔ عزت و احترام نبوت کے موضوع پر یہ بڑا خوبصورت کتابچہ آپ نے ۳؍نومبر ۱۹۹۳ء میں لکھا تھا۔

۲۳۔ **پیغام:** ۱۶ صفحات پر مشتمل یہ پمفلٹ آپ نے اپریل ۱۹۹۴ء میں حوالۂ قرطاس کیا تھا۔ ناظرین ذی احترام یہ صرف وہ کتب و رسائل ہیں جو بندہ ناچیز کی لائبریری کی زینت ہیں ورنہ آپ کی علمی خدمات کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔

مسجد النور ہوسٹن، امریکہ

میں ڈاکٹر مسعود احمد علیہ الرحمۃ کا تعزیتی جلسہ

۲۸/اپریل بروز پیر حادثۂ جانکاہ کہ محقق عصر، ماہر رضویات، یادگارِ سلف حضرت پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب کراچی میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ جانکاہ خبر کوئی معمولی نہ تھی بلکہ دلوں پر بجلی بن کر گری اور ذہن و دماغ کو ماؤف کرتی چلی گئی۔

نارتھ امریکہ کی مرکزی مذہبی تنظیم النور سوسائٹی آف گریٹر ہیوسٹن کے عہدہ داران اور علماء نے دکھ درد کا اظہار کیا اور پھر ۲۹ اپریل منگل کو ڈاکٹر مسعود احمد صاحب کے بہت قریبی حاضر باش اور تربیت یافتہ جناب پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری جو ان دنوں امریکہ کے دورہ پر شہر ہوسٹن میں قیام پذیر تھے، ان کو اطلاع دی گئی اور قرآن خوانی و جلسہ تعزیت منعقد ہوا۔ عصر سے مغرب تک قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا تھا۔ پھر بعد نمازِ مغرب تعزیتی جلسے کا اہتمام تھا۔

نمازِ مغرب کے بعد پروگرام شروع ہوا اور تلاوت و حمد و نعت کے بعد علمائے کرام نے اپنے اپنے تاثرات پیش کئے۔ حضرت مولانا مفتی محمد قمر الحسن قادری صاحب نے محترم ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمۃ کی ذات کے حوالے سے تازہ ترین تین رباعیاں پیش کیں جو حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ نشاطِ علم سے سرشار تھا وہ
مئے الفت کا بادہ خوار تھا وہ
جلو آفاقیت سے تھا درخشاں
بڑا ہی صاحب کردار تھا وہ

۲۔ قلم کا آتشیں جوہر لئے تھا
نبی کے عشق کا گوہر لئے تھا
بڑا شیریں سخن لہجہ تھا اس کا
مگر تحریر کا نشتر لئے تھا

۳۔ محقق تھا بڑا صاحب نظر تھا
رضا کی فکر کا وہ دیدہ ور تھا
وہ جامع تھا علومِ دینیہ کا
شکستہ قلب تھا یکتا گہر تھا

حضرت مفتی صاحب نے دورانِ کلام فرمایا کہ:

''میں نے ڈاکٹر مسعود احمد صاحب کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے ذریعہ جانا اور امام احمد رضا کو ڈاکٹر مسعود کے ذریعہ پہچانا۔ کیونکہ ہمارے اساتذہ نے عہد طالبعلمی ہی میں سیدی اعلیٰ حضرت کا نیاز مند بنا دیا تھا مگر ابھی تفصیلات معلوم نہیں ہوئی لیکن جب پروفیسر مسعود احمد صاحب کو پڑھا تو امام احمد رضا کے تنوعات ظاہر ہونے شروع ہوئے اور ان کی ہمہ گیری آفاقیت اور اقران پر تفوق کا پتہ چلا۔ کیونکہ ڈاکٹر مسعود احمد صاحب نے امام احمد رضا کی فکر کے ان مخفی گوشوں کو اجاگر کیا جو صرف کتاب کا حصہ تو تھے مگر ان کو ذہنوں میں اتارا جانا باقی تھا۔ اس لئے یہ بات مسلم ہے کہ ڈاکٹر مسعود صاحب چونکہ اس وقت کے ماہر رضویات تھے اور انڈو پاک میں اس موضوع کے حوالے سے وہ درجہ استناد تک پہنچے ہوئے تھے تو رضویات کے حوالے سے سب سے پہلا آپ ہی کا نام لیا جاتا تھا۔

حضرت مفتی صاحب نے آگے چل کر مزید بیان فرمایا کہ:

''میں نے ڈاکٹر مسعود احمد صاحب کو صرف ایک بار دیکھا۔ وہ پہلی اور آخری ملاقات رہی۔ سن دو ہزار میں جب میں انڈیا گیا تھا تو

ڈاکٹر صاحب موصوف ان دنوں دہلی میں قیام پذیر تھے۔ تو ہم اور ہمارے دوست ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم (ہمدرد یونیورسٹی) اور مولانا شمس الہدیٰ (جامعہ اشرفیہ) ان سے ملنے فتحپوری مسجد گئے۔ وہیں مفتی مکرم صاحب کے حجرے میں دیر تک گفتگو رہی۔ موصوف انتہائی سادہ، خوش مزاج اور متواضع انسان لگے۔ بلکہ بڑی خاص محبتوں سے گفتگو فرماتے رہے۔''

مفتی صاحب نے مزید فرمایا:

''رواں صدی میں اسلوبِ تحریر کی انفرادیت کے لحاظ سے دو شخصیتوں کا نام بالکل نمایاں ہے: حضرت علامہ ارشد القادری اور حضرت ڈاکٹر مسعود احمد علیہم الرحمۃ۔ ان حضرات نے اردو کو دلوں کی دھڑکن عطا کردی اور سبک اردو کو مکالماتی لب ولہجہ میں ڈھال کر قاری کے لئے جاذبیت بخش دی۔'' وغیرہ

حضرت مفتی صاحب کے بعد ناظم اسٹیج حضرت مولانا عبد الرب صاحب نے معزز مہمان گرامی قدر پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب کو اظہارِ خیال کے لئے دعوت دی۔ ڈاکٹر مجید اللہ صاحب نے اپنا پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ ''کنز الایمان اور معروف تراجمِ قرآن'' مرحوم ڈاکٹر مسعود احمد صاحب کی زیرِ نگرانی مکمل کیا اور یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ مزاجِ رضا کے حوالے سے ڈاکٹر مسعود احمد صاحب کی نگاہ کتنی دوررس اور معتبر ہے۔ انہوں نے اس ترجمہ کنز الایمان کے تقابلی مطالعہ میں تنقید کا کوئی پہلو باقی نہ چھوڑا ہوگا۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر مجید اللہ صاحب نے کئی بار اس کا اظہار کیا کہ ان کی زندگی میں دینی ترجیحات کے جتنے عناصر نظر آرہے ہیں یہ چشمِ فیض ہے چندا کابر اہلِ دل کا جن میں ڈاکٹر مسعود احمد صاحب مرحوم ایک ہیں اور ان کی چشم کشا نے میرے اندر بہت سارے تغیرات پیدا کئے۔ ڈاکٹر مجید اللہ قادری بہت پژمردہ، متاثر اور غمزدہ تھے کہ میں اپنے استاذ اور مربی کے آخری دیدار اور آخری رسومات میں شریک نہ ہوسکا۔ تاہم انہوں نے کوئی پچاس منٹ تک اپنے خیالات کا اظہار کیا اور مرحوم کی زندگی کے کتنے گوشے ایسے واضح کئے جو ان کی دیانت، تقویٰ اور زاہدانہ زندگی کے مخفیات سے تعبیر ہیں۔ آپ نے ڈاکٹر مسعود علیہ الرحمۃ کے حوالے سے کہا کہ ان کا تعلق امام احمد رضا سے کیسے ہوا؟ اور انہوں نے ایک عبقری پر اتنا بڑا کام کیسے کردیا کہ وہ رضویات کے حوالے سے سنگِ میل بن گئے۔ آپ نے بیان فرمایا کہ:

''پاکستان کے مشہور اور عظیم محقق و اسکالر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب کے زیرِ نگرانی جب ڈاکٹر مسعود احمد نے اپنا ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھنا چاہا تو ڈاکٹر غلام مصطفیٰ مرحوم نے مسعود صاحب کو مشورہ دیا کہ مولانا احمد رضا خاں کا ترجمۂ کنز الایمان ضرور مطالعہ کریں چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے اس کا مطالعہ کیا تو ترجمے کی انفرادیت نے انہیں گرویدہ بنالیا اور پھر ڈاکٹر مسعود صاحب امام احمد رضا کی تصانیف کے دلدادہ ہوگئے اور انہوں نے بھرپور مطالعہ کیا۔ اور ۱۹۷۸ء میں ان کی پہلی کتاب اس حوالے سے منظرِ عام پر آئی تھی حتیٰ کہ اس کے بعد کوئی ڈیڑھ سو سے دو سو مقالے ان کے قلم سے منصۂ شہود پر آئے جو انتہائی علمی اور تحقیق شدہ تھے۔ اس طرح وہ ۱۹۹۵ء تک مسلسل لکھتے رہے۔''

پھر عالمی تحقیقات اور انٹرنیشنل رضویات پر کام کے حوالے سے ڈاکٹر مجید اللہ نے بتایا کہ:

''ڈاکٹر مسعود صاحب نے پھر امام احمد رضا کو بین الاقوامی سطح پر متعارف کرانے کا عزمِ مصمم کرلیا اور انسائیکلوپیڈیا آف جارڈن (اردن)، انسائیکلوپیڈیا آف پنجاب یونیورسٹی اور انڈیا کی بعض علمی، تحقیقی دانشگاہوں تک امام احمد رضا کا تعارف کرایا جو بالکل نئے اور جدید اسلوب نیز عصری حوالوں سے تعبیر ہے۔

علاوہ ازیں ڈاکٹر صاحب ہی کی کاوشوں سے امام احمد رضا پر عالمی جامعات میں کام شروع ہوا اور اب تک تقریباً ۲۲ (بائیس) پی۔ ایچ۔ ڈی امام احمد رضا پر ہوچکی ہیں جو دنیا کا ایک ریکارڈ ہے کہ

کسی شخصیت پر اس کثرت سے تھیسس لکھی گئی ہوں اور اس کا علمی وقار متعین کیا گیا ہو۔''

ڈاکٹر مجید اللہ صاحب نے آگے بیان کیا کہ:

''ڈاکٹر مسعود صاحب کی کاوشوں کا ثمرہ یہ ظاہر ہوا کہ ان کی نگرانی میں یا ان کی ہدایات پر انڈیا، پاکستان، عراق، مصر، امریکہ وغیرہ میں ڈاکٹریٹ کے مقالے لکھے گئے اور ڈاکٹر مسعود صاحب بہر نوع مقالہ نگاروں سے پورا تعاون کرتے رہے۔''

آپ نے بتایا کہ:

''ایک انڈین لڑکی ڈاکٹر اوشا سانیال (Dr. Usha Sanyal) نے جب کولمبیا یونیورسٹی، نیویارک (Columbia University Newyork) میں اپنا ڈاکٹریٹ کا مقالہ: برٹش انڈیا میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور اہلسنت و جماعت تحریک (Maulana Ahmad Raza Khan Barelvi and the Ahl-e-Sunnat wa Jamaat Movement in British India) لکھنا شروع کیا تو ڈاکٹر مسعود احمد صاحب نے اس کی بھرپور مدد کی اور اس کو اپنی لائبریری سے کتابیں فراہم کیں۔ موضوع کے حوالہ سے اس کو مواد دیا اور اس طرح اس نے امریکن یونیورسٹی میں امام احمد رضا پر اپنا مقالہ مکمل کیا۔ ان کا مقصد تھا کہ امام احمد رضا کو ان کا حق ملنا چاہئے وہ جس معیار (Caliber) کے انسان تھے، اس کے مطابق ان کو متعارف نہیں کرایا گیا۔''

انہوں نے یہ بات بھی بتائی کہ:

''ڈاکٹر صاحب سے لوگوں نے کہا کہ آپ نقشبندی اور مجددی ہیں، ان پر کام کیجئے۔ مولانا احمد رضا خاں کے ہاں کیا ہے کہ اس پر وقت ضائع کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اتنی عظیم شخصیت ہیں کہ ان کے تمام گوشوں کا احاطہ کرنا مشکل کام ہے۔ پھر بھی انہوں نے تقریباً ۱۵ سال تک امام احمد رضا پر لکھا۔ پھر ۱۹۹۶ء سے اپنے سلسلے کے بزرگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت مجدد الف ثانی امام ربانی علیہ الرحمۃ پر ''جہانِ امام ربانی'' کے نام سے گیارہ جلدی مرتب کیں۔ اس طرح انہوں نے اپنی زندگی میں دو عظیم مجددِ دین پر قلم اٹھایا اور حقِ قلم ادا کیا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ''

ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے اپنی پچاس منٹ کی گفتگو میں مسعود ملت علیہ الرحمۃ کے حوالے سے جن جن گوشوں کو اجاگر کیا اگر ان کو بالتفصیل لکھا جائے تو بذاتِ خود ایک مقالہ بن جائے۔ ڈاکٹر مسعود صاحب نے کئی ادارے قائم کئے۔ اپنی کتابوں کی طباعت کے حوالہ سے کبھی کسی سے ایک پیسہ نہیں لیا۔ خود شریعت پر عمل کرتے تو لومۃ لائم سے بے نیاز ہو کر عمل کرتے۔ ڈاکٹر مجید اللہ صاحب نے بتایا کہ:

''حکومتِ پاکستان نے ان کی کارکردگی پر ایوارڈ دیا۔ جب وصول کرنے کے لیے گئے تو گلے میں نہیں پہنا کیونکہ مردوں کے لئے سونا پہننا حرام ہے۔''

خلاصۂ کلام ڈاکٹر پروفیسر مجید اللہ قادری صاحب نے بڑی معلومات افزا گفتگو کی مگر دورانِ خطاب وہ بار بار اس تاسف کا اظہار کرتے رہے کہ یہ میری حرماں نصیبی ہے کہ اپنے شفیق ترین مخدوم کی آخری رسومات میں شریک نہ ہو سکا۔

یہ تعزیتی جلسہ اپنے اختتام کو پہنچا۔ زیبِ اسٹیج حضرت مولانا مسعود رضا صاحب (فلاح مسجد)، حضرت مولانا فیضان المصطفیٰ صاحب (کے ٹی طیبہ مسجد) بھی تھے۔ اخیر میں فاتحہ خوانی، سلام و دعا ہوئی، پھر نمازِ عشاء کے بعد عشائیہ پیش کیا گیا اور یہ پروگرام ختم ہوا۔ اللہ تعالیٰ پروفیسر مسعود احمد صاحب علیہ الرحمۃ کی قبر کو منور فرمائے اور ان کے اعمالِ حسنہ کی اچھی جزاء دے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ۔

﴿رپورٹ: جاوید احمد پٹیل﴾

[النور جامع مسجد (مرکز) ہوسٹن، امریکہ]

روئیداد تعزیتی ریفرنس

بیاد ﴿مسعودِ ملت حضرت ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری رحمہ اللہ تعالیٰ﴾

منعقدہ جامعہ رضویہ احسن القرآن دینہ، جہلم (پنجاب)

اثر خامہ: مولانا محمد سہیل احمد سیالوی

فون پر واجب التعظیم، حضرت صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری زید مجدہ العالی (صدر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی) نے حضرت مسعودِ ملت علیہ الرحمہ کے وصال کی برق بداماں خبر سنائی تو کرب اور غم کے جذبات نے اپنی لپیٹ میں لے لیا، کافی دیر تک باہم سوگوار جملوں کا تبادلہ ہوتا رہا اور حضرت مسعودِ ملت علیہ الرحمہ کے خصالِ حمیدہ کا ذکر گوش و دہن میں لذتیں بکھیرتا چلا گیا، صدرِ محترم (سید وجاہت رسول قادری زید مجدہ) کے الفاظ کا کرب اور لہجے کا دکھ ان کے غمِ دروں کی عکاسی کر رہا تھا۔ فون بند ہوتے ہی راقم الحروف، والد گرامی شیخ المجود دین، امام القراء ، قاری محمد یوسف سیالوی بارک اللہ فی عمرہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے حکم فرمایا کہ کل صبح حضرت مسعودِ ملت علیہ الرحمہ کی یاد میں ایصالِ ثواب کی نشست کا اہتمام کیا جائے، حضرت کے تذکار سے گرمیٔ محفل کا سامان فراہم کیا جائے اور طلباء کو آپ کے ایمان افروز سوانحی وقائع سے آشنا کر کے اشتیاقِ علم کے جذبے کو مہمیز لگائی جائے۔

حکم ملتے ہی میں نے برادرِ فاضل، مولانا ڈاکٹر محمد اشفاق جلالی (لیکچرار گورنمنٹ ڈگری کالج، جہلم) سے رابطہ کیا اور دوسرے دن ۱۲ بجے کا وقت مقرر ہو گیا۔ اگلے ہی دن کالج میں بھی مسعودِ ملت علیہ الرحمہ کی یاد میں تقریب کا انعقاد کیا گیا تھا۔ ۱۲ بجے کے قریب میں ڈاکٹر صاحب کو لینے کالج پہنچا تو کالج کے سٹاف روم میں تقریب کا آغاز ہو چکا تھا، ڈاکٹر جلالی، حضرت مسعودِ ملت کی خدمات پر فکر انگیز گفتگو فرما رہے تھے۔ مجھے بھی اس محفل پاک میں شرکت کی سعادت ملی، گفتگو کے اختتام پر ڈاکٹر جلالی نے اصرار کے ساتھ مجھے دعا مانگنے کا حکم دیا۔ دعا پر محفل اختتام پذیر ہوئی اور ہم گاڑی میں ''جامعہ رضویہ احسن القرآن'' کی طرف روانہ ہو گئے۔

ہمارے پہنچنے سے قبل ادارہ کے ''فخر المشائخ ہال'' میں تقریب کا باقاعدہ آغاز ہو چکا تھا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد ڈاکٹر محمد اشفاق جلالی کو دعوتِ سخن دی گئی۔ ڈاکٹر جلالی نے حضرت مسعودِ ملت کے چند سوانحی کوائف، خاندانی پسِ منظر اور موروثی علم و فضل کے اجمالی تذکرہ کے بعد فرمایا:

''حضرت مسعودِ ملت رحمہ اللہ صرف کراچی والوں کے لیے نہیں، صرف اہلِ پاکستان کے لیے نہیں بلکہ تمام عالمِ اسلام کے لیے اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا عطیہ تھے۔ ان کا وصال تمام عالمِ اسلام کے لیے بہت بڑا سانحہ ہے۔ ان کی علمی و تحقیقی خدمات آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ ان کے اندازِ تحریر میں اتنی اثر انگیزی ہے، اس قدر ندرت اور انفرادیت ہے کہ جو کوئی اچھا ادیب بننا چاہے وہ بکثرت ان کی تحریریں پڑھے، ان کی تحریریں قلم پکڑنے کا طریقہ سکھاتی ہیں۔ ان کا مزاج انتہائی درویشانہ تھا، تواضع اور انکساری کا پیکر تھے، مجلس میں کبھی سٹیج پر نمایاں جگہ پر نہ بیٹھتے۔ اہلِ علم کی قدر کرتے۔ اخلاق و مروت کا مجسمہ تھے۔

اندرون ملک اور بیرون ملک محققین، دانشوروں اور ریسرچ سکالرز کے لیے ان کی ذات ایک مینارۂ نور تھی۔ رضویات پر کام کے حوالے سے وہ ایک تاریخی حیثیت کے حامل تھے اور دائرۃ المعارف کی حیثیت رکھتے تھے۔ امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی علیہ الرحمۃ پر

☆ عالم، فاضل، محقق اور استاذ جامعہ رضویہ احسن القرآن، دینہ، پنجاب، پاکستان

۱۵ ضخیم جلدوں میں جہانِ امامِ ربانی کے نام سے عظیم علمی ذخیرہ جمع فرما کرانہوں نے سلسلۂ عالیہ سے نسبت کا حق ادا کر دیا اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، پس ماندگان کو صبرِ جمیل سے نوازے اور ان کے فیوض کا سلسلہ ہمیشہ جاری وساری رہے''

ڈاکٹر محمد اشفاق جلالی حفظہ اللہ تعالیٰ کی پرازمعلومات گفتگو کے بعد راقم الحروف نے حضرت مسعود ملت علیہ الرحمہ کی سیرت کے چند پہلوؤں پر مختصر گفتگو کا اعزاز حاصل کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ راقم الحروف کے نزدیک ان کا اصلی حسن وہ تھا جو ان کے باطن میں جلوہ گر تھا۔ وہ ایک بے نفس انسان تھے اور ''موتوا قبل ان تموتو'' اور ''خاک شو پیش ازاں کہ خاک شوی'' کا مصداق تھے۔ میں نے ان کی کسی کتاب میں پڑھا تھا کہ کئی غیر مسلم ان کے اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام کے دامن رحمت میں آئے۔

وہ اخلاق نبویہ کے زیور سے مرصع اور پابندیٔ شریعت کے غازہ سے آراستہ تھے۔ ان کی استقامت علی الحق اور گرمیٔ عشق ایک قابل تقلید حیثیت رکھتی تھی اور یہی ان کے خصائص تھے جو فی زمانہ علماء میں بہت کم دکھائی دیتے ہیں الا ماشاء اللہ۔

راقم الحروف کے بعد قبلہ والد محترم نے حضرت مسعود ملت علیہ الرحمہ کی سیرت کے حوالے سے طلبہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

حضرت مسعود ملت علیہ الرحمہ جیسے افراد کسی بھی قوم کا سرمایہ ہوتے ہیں۔ ان کا ذکر خیر کرنے کا ایک مقصد آپ کے دلوں میں طلب علم اور حصول فہم دین کے جذبے کو تازگی بخشنا اور آپ کے ذہنوں میں یہ بات راسخ کرنا ہے کہ ہم بھی ان جیسا بننے کی کوشش کریں اور ان جیسے اسلاف کرام کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگ لیں۔

آخر میں قبلہ والد گرامی نے حضرت مسعود ملت علیہ الرحمہ کی بلندیٔ درجات کے لئے خصوصی دعا فرمائی، فاتحہ خوانی پر اس مختصر مگر جامع تعزیتی اجلاس کا اختتام ہوا۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کے انتقالِ پُر ملال پر روزنامہ ''روزن'' کی خبر کا تراشہ

مرسلہ: میاں فضل احمد حبیبی (نور علی نور فاؤنڈیشن، گجرات)

محترم المقام حضرت صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری دامت برکاتہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

طالب خیریت بخیریت الحمد للہ۔ مورخہ ۵ رمئی ۲۰۰۸ء کو ''معارفِ رضا'' جلال الملت نمبر موصول ہوا۔ اس سے قبل وحید العصر حضرت ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد علیہ الرحمۃ اس دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے جدائی کا داغ سینہ میں چھوڑ گئے ہیں۔ ان کے اچانک وصال نے ایسی صورت پیدا کردی ہے کہ جیسے روزِ روشن میں اچانک سیاہ رات پھیل جائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

موصوف ڈاکٹر صاحب کا وصال غالباً ساڑھے آٹھ بجے بعد نمازِ مغرب ہوا۔ کراچی میں ابھی عشاء کا وقت شروع نہ ہوا ہوگا۔ ۹ بجے شرق پور شریف سے محترم ومکرم میاں جمیل احمد شرقپوری صاحب نے وصال کی اطلاع بذریعہ فون دلا دی۔ اس کے بعد وہی حالت جس کا اوپر ذکر کیا ہے، پیدا ہوگئی۔ راقم کے اہلِ خانہ کا ڈاکٹر صاحب کے گھرانہ سے خاصہ تعلقِ شناسائی تھی۔ اکثر فون پر بات بھی ہوجاتی اور جب کراچی آتے تو ڈاکٹر

صاحب کے دردولت پر حاضری لازم تھی۔ اسی تعلق کی بنا پر سب اہلِ خانہ غمزدہ ہوگئے۔ اسی وقت کراچی رابطہ کرتے رہے لیکن ۱۰ بجے کے قریب رابطہ قائم ہوسکا۔ ابھی علامہ جلال الدین قادری رضوی علیہ الرحمہ کا صدمہ کم نہ ہوا تھا کہ ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمۃ کا صدمہ اس سے عظیم تر صدمہ پیش آ گیا۔

علامہ جلال الدین صاحب علیہ الرحمہ کے بارے میں مقالہ نگاروں کے جذبات وارادت وعقیدت اور حسرت بھرے اوراق نظروں سے جیسے جیسے گزرتے گئے، اسی شدت سے علامہ صاحب اور موصوف ڈاکٹر صاحب علیہما الرحمہ کی یادیں اداس کرتی رہیں۔

محترم ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ کا راقم کے نام آخری خط جو انہوں نے ۱۲/اپریل کو لکھا تھا اور مجھے ۱۶/اپریل کو ملا تھا۔ اس کے ٹھیک بارہ دن بعد ڈاکٹر صاحب جدا ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ڈاکٹر صاحب کے وصال پر روزنامہ ''روزن'' کے دفتر پہنچا۔ وہاں ان کے لیے دعا کی اور ایصالِ ثواب کیا گیا۔ اگلی صبح ''روزن'' نے تین کالم کی سرخی کی خبر شائع کی جس میں آپ کی رحلت کی خبر شائع کی۔ [''روزن'' کے چیف ایڈیٹر ڈاکٹر صاحب سے عقیدت رکھتے ہیں۔]

مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی کے صاحبزادے ڈاکٹر مسعود احمد کی وفات پر تعزیتی اجلاس

تعزیتی اجلاس محمد افضل راز کی صدارت میں روزن آفس میں ہوا۔ اجلاس میں مرحوم کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا گیا

مرحوم نیک نہایت ہی صالح ولی اللہ تھے، محمد افضل راز، مرحوم کی وفات سے پیدا ہونے والا خلاء مدتوں پر نہ ہوسکے، میاں فضل حبیبی

تعزیتی اجلاس میں عبدالرزاق، ایم۔ بی خان، ارشد گل، قمر شہزد، محمد انور، شہزاد احمد، عثمان احمد، محمد بلال اور دیگر نے شرکت کی

گجرات (عبدالرزاق سے) پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مجددی کی وفات پر روزن آفس میں زیرِ صدارت چیف ایڈیٹر روزنامہ ''روزن'' محمد افضل راز اور میاں فضل احمد حبیبی تعزیتی اجلاس منعقد ہوا جس میں انہوں نے مرحوم کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ مرحوم بین الاقوامی محقق عالمِ اسلام کی عظیم شخصیت مفتیٔ اعظم ہند مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی کے صاحبزادے تھے۔ مرحوم نیک نہایت ہی صالح اور ولی اللہ تھے۔ مرحوم سلسلۂ عالیہ مجددیہ کا مینارہ نور ہونے کے ساتھ ساتھ امام ربانی مجددِ الف ثانی انسائیکلوپیڈیا کے علاوہ تقریباً پانچ سو کتب کے مصنف اور ماہرِ رضویات تھے۔ ان کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے۔ وہ شاید مدتوں پر نہ ہوسکے۔ مرحوم گوناگوں خوبیوں کے مالک تھے۔ ان کی وفات سے عالمِ اسلام ایک ہمدرد اور ولی کامل سے محروم ہوگیا۔ آخر میں میاں فضل احمد حبیبی نے مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی۔ انہوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات فرمائے اور لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ تعزیتی اجلاس میں عبدالرزاق، ای۔ بی خان، ارشد گل، قمر شہزاد، محمد انور بانٹھ، شہزاد احمد، عثمان احمد، محمد بلال اور دیگر نے شرکت کی۔

تعزیت نامے

بر وصال ماہرِ رضویات مسعودِ ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمہ اللہ تعالیٰ

علامہ مولانا محمد منشا تابش قصوری

[مدرس، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری گیٹ، لاہور، پاکستان]

حضرت مولانا الحاج صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری مدظلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

فون پر آپ نے ملتِ اسلامیہ کے عظیم اسکالر، محقق، مفکر، علامہ پیر نازشِ لوح وقلم حضرت الحاج صاحبزادہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری مجددی نقشبندی علیہ الرحمۃ کے وصالِ پُر ملال کی دکھ بھری خبر سنائی۔ مرحوم کا وصال اہلِ علم وقلم اور خاندانِ عظمت نشان کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ آپ کے قلمی فیضان سے نہ صرف پاک و ہند بلکہ بین الاقوامی سطح پر کتاب سے تعلق رکھنے والے ہزاروں کی تعداد سے مستفیض ہو رہے تھے، نئے نئے کلمات وطیبات سے دلوں کو متاثر کر رہے تھے۔ نہ جانے کتنے غیر مسلم اور بدعقیدہ لوگوں نے اسلام وعقیدہ کی بے پایاں دولت پائی، آپ نے ہر شعبۂ علم کو نوازا، جدید وقدیم علوم کی تفہیم اس انداز سے فرمائی کہ ہر قاری نے تحسین وتبریک کے نذرانے پیش کئے۔

آپ کے علم وعمل سے روحانی چشمے پھوٹتے رہے اور ہر شعبۂ زندگی سے متعلق افراد نے آپ کی ارادت وعقیدت کو اس نہج سے اپنایا کہ شریعت وطریقت کے متبع نظر آتے ہیں، آپ کی تصانیف و تالیفات سے ایک جہاں بہرہ مند ہوتا رہے گا۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی اور مجددِ دین وملت امام احمد رضا خاں صاحب علیہما الرحمۃ پر اس شان سے قلم چلایا کہ زندہ وجاوید ہوگئے۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کے آپ بانیوں میں شامل ہیں۔ آپ کے وصال سے ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے اربابِ حل وعقد کو جو عظیم صدمہ پہنچا ہے، اس پر ہر رکن سے بندہ تعزیت کرتا ہے۔ دعا ہے، اللہ تعالیٰ مسعودِ ملت علیہ الرحمۃ کو جنت کی اعلیٰ نعمتوں سے نوازتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی معیت عطا فرمائے۔ جملہ روحانی وجسمانی پس ماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

علامہ محمد فیاض احمد اویسی رضوی مدظلہ العالی

[ایڈیٹر، ماہنامہ ''فیضِ عالم'' وناظم اعلیٰ جامعہ رضویہ، بہاولپور]

بخدمتِ عالی مرتبت قبلہ حضرت صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری مدظلہٗ

السلام علیکم!

فقیر ناچیز کو حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصالِ باکمال کی المناک خبر کراچی کے جلیل احمد قادری اور مفتی محمد رفیق درانی نے فون پر دی۔ فقیر عالمِ اسلام کی عظیم علمی وروحانی شخصیت کے وصالِ پُرملال کی خبر سنتے ہی یک دم گم سم ہوگیا کہ آہ! ہم اہلِ اسلام اہلسنّت کا نقصان ہوا۔ ہم ایک عالمِ باعمل شیخ طریقت کے علمی فیضان سے محروم ہوئے۔ موصوف بے شمار اسلامی، دینی، اصلاحی کتب کے مصنف تھے۔ ان کا اسلوبِ تحریر ایسا دلنواز تھا کہ پڑھنے والا اُکتاہٹ محسوس نہیں کرتا۔ اُن کے قلم میں ایسی خداداد طاقت تھی کہ جب وہ کسی موضوع پر لکھتے، الفاظ سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مارتے اور اندازِ تحریر ایسا جامع اور مدلل ومحقق ہوتا کہ کسی کو انکار کی مجال ہی کہاں۔

بہت عرصہ پہلے ایک گھناؤنے منصوبہ اور سازش کے تحت جدید تعلیم کے دلدادہ لوگوں میں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کو ایک نئے مذہب کا بانی قرار دیا جانے لگا۔ انہوں نے مجددِ دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے دفاع میں ایسا تحریری کام فرمایا کہ آج دنیا انہیں ماہرِ رضویات کے نام سے یاد کرتی ہے۔ امام احمد رضا کی ذات پر انہوں نے مختلف زبانوں میں ایسے مدلل ومحقق

مقالہ جات/ مضامین لکھے کہ دنیا بھر کی یونیورسٹیوں میں اعلیٰ حضرت کے علوم پر سینکڑوں متلاشیانِ علم نے تحقیقات کی۔

گذشتہ چند سال قبل حضور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ کی علمی، روحانی، خدمات پر کئی مجلدات پر ضخیم کتاب بنام ''جہانِ امام ربانی'' ترتیب دی جس میں ممتاز اور جید علماء کرام ومشائخ عظام کے مقالات جمع فرمائے اور خود بھی اس میں نادر ونایاب مضامین تحریر فرمائے۔ علمی ذوق رکھنے والے وہ حضرات جو حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ پر تحقیقات کر رہے ہیں ان کے لیے یہ کتاب انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔

سچی بات ہے وہ اسلاف کی زندہ تصویر تھے۔ (اذا راوا ذکر اللہ جن کا چہرہ دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے) کے مظہر تھے ان کی محفل میں بیٹھنے والا ایک روحانی سکون محسوس کرتا تھا فقیر کو باب المدینہ (کراچی) ان کے آستانہ پر کئی مرتبہ حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان کی باتوں میں جو روحانی کیف وسرور تھا وہ زندگی بھر یاد رہے گا۔ ان کی ہر بات بامقصد پائی بلکہ بات بات میں مسلکِ حق اہلِ سنت پر کام کرنے کی رہنمائی ہوتی۔ مسلکِ رضا پر کام کرنے والوں کی وہ اس خوبصورتی سے حوصلہ افزائی فرماتے کہ کام کرنے کا عزمِ مصمم ہو جاتا۔ اپنے درِ دولت پر آنے والے کی بھرپور مہمان نوازی فرماتے مہمان کو رخصت کرتے وقت بہت سارے علمی جواہر پارے (کتب/ رسائل) تحفتاً عطا فرماتے۔ بہاولپور میں ان کے بہت قریبی عزیز ہیں، جب ان کے ہاں تشریف لاتے تو جامعہ اویسیہ رضویہ، بہاولپور میں ضرور قدم رنجہ فرماتے۔

جامعہ کے فضلاء کے لیے ہر سال اپنی تصانیف جلیلہ کے سیٹ ارسال فرماتے۔ حضور مفسر اعظم پاکستان مدظلہ کے ساتھ ان کا ایک گہرا دلی لگاؤ تھا۔ ان کے تحریری کام پر انہوں نے جتنے حوصلہ افزا مقالہ جات تحریر فرمائے ہیں، وہ صدیوں تک روشن تاروں کی طرح چمکتے رہیں گے۔ نہ صرف تحریراً حوصلہ افزائی فرمائی بلکہ عملاً بے شمار غیر مطبوعہ مسودہ جات کو زیورِ طباعت سے آراستہ کرنے کے لیے اشاعتی اداروں کو حکم فرمایا۔ بہاولپور میں اہلسنت کی مرکزی جامع مسجد سیرانی میں جمعۃ المبارک میں ہزاروں کے اجتماع میں فقیر نے حضرت پروفیسر قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایصالِ ثواب کے لیے فاتحہ خوانی کے بعد ان کے رفع درجات اور پسماندگان کے لیے صبر کی دعا کرائی۔ حضور مفسر اعظم پاکستان فیض ملت علامہ محمد فیض احمد اویسی مدظلہ نے ان کے وصالِ پُر ملال پر گہرے دکھ ورنج کا اظہار فرماتے ہوئے کہا کہ ان کے انتقال سے جو خلاء پیدا ہوا ہے وہ صدیوں پُر ہوتا نظر نہیں آتا۔

مولانا محمد سہیل احمد سیالوی

[☆ عالم، فاضل، محقق اور استاذ جامعہ رضویہ احسن القرآن، دینہ، پنجاب، پاکستان]

محترم المقام حضرت صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری زید مجدہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی بخیر!

مسعودِ ملت، حضرت ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال پُر ملال کی جاں کاہ خبر سنی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت کی کس کس خوبی کا ذکر کیا جائے اور کس کس وصف کا تذکرہ کیا جائے، وہ صرف گفتار کے غازی نہیں بلکہ بلندیٔ کردار کے نقیب بھی تھے، صرف علمِ کتابی کے حامل نہیں، نظر کا نور اور دل کی بصیرت رکھنے والے انسان تھے۔ رضویات کے حوالے سے محترم المقام حکیم محمد موسیٰ امرتسری، قبلہ شرف ملت اور حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ کی کاوشیں اولیت کا درجہ رکھتی ہیں۔ ان تینوں حضرات نے بلاشک وشبہ فاضلِ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان پر کام کی بنیاد رکھی، علماء، محققین اور دانشوروں کو فاضل بریلوی کے افکارِ عالیہ اور حقیقی کارناموں سے متعارف کروایا، مثبت انداز میں تحقیقی لٹریچر کی تیاری اور ترسیل کی طرح ڈالی۔ تحریری میدان میں اہل سنت کی کم مائیگی کے داغ کو دھونے کی گراں قدر کوششیں کیں۔

حضرت مسعودِ ملت بلاشک وشبہ غیر معمولی علم وفضل کے مالک

اور عظیم علمی و روحانی خانوادے کے فرد فرید تھے۔لیکن میرے خیال میں ان کی اصل وجہِ فضیلت ان کے کردار کی وہ روشنی تھی جس نے بلاتفریق اپنوں اور غیروں میں اجالے بانٹے ،وہ نرم گفتگو اور میٹھے بول بول کر غیروں کو اپنا بنانے کے فن سے واقف تھے،ان کے باطن کی صداقت اور دل کی جگمگاہٹ ان کے اعضاء و جوارح اور قلم سے جھلکتی تھی تحریر بالکل سادہ اور بے تکلف، لیکن ایسی کہ اس طرح لکھنے بیٹھو تو ایک صفحہ نہ لکھ سکو ۔ ہر بات دل کے راستے تلاش کر لیتی، ہر جملہ دماغ کو مسکن بنا لیتا،وہ محبتیں بانٹنے والے تھے،اجالوں کے سوداگر اور روشنیوں کے سفیر تھے ۔ان کا عجز، انکساری، تواضع اور کسر نفسی ان کے حقیقی شرف کی آئینہ دار تھی ،ان کی کوئی بھی کوشش،کوئی بھی تحریر،کوئی تصنیف، کسی کے ساتھ علمی وادبی تعاون اپنی شہرت،تصانیف کی فہرست میں اضافہ یا حصول زر کی بنیاد پر نہیں ہوتا تھا،سب کاموں میں رضائے الٰہی اور خوشنودیٔ مصطفیٰ ﷺ کا حصول ان کی منزل تھی،وہ انسانیت کے محسن،علم کے سچے شیدائی، حقیقت کے پرستار اور باطل سے مثبت انداز میں پیکار کرنے والے تھے۔

اپنے ایک مکتوب میں انہوں نے لکھا کہ

''لوگوں کو جب حق کا پیغام فاضلِ بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے دیتا ہوں تو وہ طبعی تعصب کی بناء پر اسے قبول نہیں کر پاتے اب میں نے یہی پیغام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے دینے کا ارادہ کیا ہے''

ان کے اس جملے سے واضح ہوتا ہے کہ ان کا مدعائے اصلی اور منتہائے آرزو اصلاح انسانیت اور فلاح عالم تھی چاہے یہ پیغام کسی بھی شخصیت کا نام لے کر پیش کیا جائے۔

میں نے ان سے ملنے والوں کو ان کا گرویدہ پایا،ان کی باتیں سننے والے کہتے ہیں کہ وہ گل بدہن آدمی تھے۔ان کی تحریریں پڑھ کر لگتا ہے کہ اثر انگیزی کے عنصر نے ان کے قلم میں سیاہی کی جگہ لے رکھی تھی۔

انہوں نے اپنی خداداد ذہنی ،فکری اور علمی صلاحیتوں کو پوری دیانت داری سے مرضیات الٰہی میں صرف کیا،ان کے مکاتیب کا سرسری مطالعہ بتاتا ہے کہ وہ کس حد تک مصروف،فعال اور مفید زندگی بسر کر کے گئے ہیں۔مختلف ممالک کے محققین سے رابطے،انہیں ان کی مطلوبہ کتب اور مواد کی فراہمی،ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی سرپرستی ،تصنیف و تالیف،روحانی معاملات کی بجا آوری،مریدین و متعلقین سے ملاقاتیں ، الغرض اشغال کا ایک ہجوم تھا جسے ان کے دامن توجہ نے اپنی وسعتوں میں سمیٹ رکھا تھا۔

ہر طرف سے چوکنا، ہر طرف نظر رکھنے والے، بروقت خبردار کرنے والے، حوصلہ افزائی کرنے والے اور ہمت بڑھانے والے افراد اب کہاں نظر آتے ہیں؟

ان کا سینہ ملت کے درد سے معمور تھا، وہ ملت کے تنزل اور ادبار پر گریۂ خوں بہانے والے اور اس کے اسباب کو کھوج کر تلافی مافات میں کوشاں رہنے والے مردِ جلیل تھے۔''مٹھی'' جیسے پس ماندہ اور دور افتادہ علاقے میں رہ کر ان کی آتش شوق ٹھنڈی نہیں ہوئی۔ بلکہ وہاں کتنے ہی سینوں میں اس شمع سے شمعیں جلیں۔

آپ کی وفات سے ''ادارۂ تحقیقاتِ امامِ احمد رضا انٹرنیشنل'' یقیناً ایک مدبر سرپرست، مصلح قائد،اور دور اندیش رہنما سے محروم ہو گیا،ادارہ کے ساتھ ان کی دلچسپی اور ادارہ کو اس مقام تک پہنچانے میں ان کا کردار کیا تھا؟ اس کا کچھ اندازہ ان مکتوبات سے ہوتا ہے جو انہوں نے حضرت سید ریاست علی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری زید مجدہ کے نام لکھے ہیں۔

''بزم شیخ الاسلام'' کے تمام اراکین اس غم میں آپ کے ساتھ برابر کے شریک ہیں، رب ذوالجلال ،حضرت مسعود ملت کی قبر انور کو اپنی خاص عنایات کا مہبط بنائے۔ان کی مساعیٔ جلیلہ ،خلعتِ قبول سے آراستہ ہوں۔ملت کو ان جیسے افراد کے تحفے دست قدرت سے ملتے رہیں،ان کی سدا بہار خوشبوئیں ان کا پتا دیتی رہیں گی ،اور ان

کے زریں کارنامے ان کی یاد دلاتے رہیں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت کے پس ماندگان، متوسلین، متعلقین، اور تمام اہل اسلام کو حضرت کی وفات کا صدمہ سہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

والسلام مع الاکرام

محمد سہیل احمد سیالوی

واراکین بزم شیخ الاسلام

جامعہ رضویہ احسن القرآن دینہ

پروفیسر ڈاکٹر مولانا محمد اشفاق جلالی

[استاذ، گورنمنٹ ڈگری کالج، جہلم]

صبح ساڑھے سات بجے کے قریب، حضرت صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری (صدر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل) کے ذریعے ٹیلی فون پر روح فرسا خبر سنی کہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد انتقال کر گئے ہیں۔ دلی صدمہ ہوا۔ ماہر رضویات، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی ساری زندگی دین اسلام کی خدمت کے لیے وقف تھی۔ آپ نے تیس برس تک اعلیٰ حضرت پر اس انداز میں کام کیا کہ دنیا بھر کی یونیورسٹیوں میں نغمات رضا گونجنے لگے، اور زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ اعلیٰ حضرت کے نوادرات خفیہ گوشوں سے نکل کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونے لگے۔ ڈاکٹر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے وہ عظمت عطا فرمائی تھی کہ آپ کا قلم جس موضوع پر چلتا، اپنے بیگانے سب معترف ہو جاتے۔ چند سال قبل آپ نے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ پر کام کا بیڑا اٹھایا تو ''جہان امام ربانی'' کے عنوان سے اولین طور پر ۱۲ جلدوں میں اور بعد ازاں پندرہ جلدوں کی صورت میں عظیم شاہکار اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے کارناموں اور سوانح پر دائرۃ المعارف کی شکل میں ایک خزانہ سامنے آگیا۔ ڈاکٹر صاحب زہد وورع، تقویٰ وطہارت کے پیکر تھے۔ دہلی کے عظیم علمی و روحانی خانوادے کے ساتھ ان کا تعلق تھا جو صدیوں سے دہلی کی مسجد فتح پوری اور اس کے گرد ونواح کو علم وعرفان سے روشن ومنور کر رہا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی یہ خصوصیت قابل توجہ ہے کہ آپ سٹیج کی زینت بننے کی بجائے گم نام جگہ پر تشریف رکھتے۔ لاہور، اسلام آباد اور کراچی میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے ذریعے بین الاقوامی امام احمد رضا کانفرنسز کا انعقاد کروایا جس میں مفکرین، محققین، علماء، دانشور حضرات اپنے تحقیقی مقالہ جات پیش کرتے، جس سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف ثابت ہوئی کہ

بے نشانوں کے نشاں مٹتے نہیں

مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

محققین اور ریسرچ سکالرز حضرات آپ سے رابطہ کرتے، ڈاکٹر صاحب موضوع کے انتخاب میں ان کی رہ نمائی فرماتے، اس طرح آپ کی تحریک پر سینکڑوں مقالات اور بیسیوں ادارے قائم ہوئے۔

بندۂ ناچیز کا ڈاکٹر صاحب سے تعلق اس وقت سے ہے جب میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور اور پنجاب یونیورسٹی کا طالب عالم تھا، بارہا ان سے خط وکتابت اور بالمشافہہ ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ ان کی مجلس علمی وروحانی سے ہمیشہ کام کرنے کی ایک نئی لگن پیدا ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب کا انتقال پوری دنیائے اسلام کے لیے ایک بہت بڑا سانحہ ہے اور اتنا بڑا خلا ہے جو جلد پر ہونے والا نہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کے صاحبزادہ والا شان کو اور ان کی روحانی اولاد کو ان کا صحیح جانشین بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ، شفیع معظم ﷺ کے وسیلہ سے انہیں فردوس اعلیٰ میں مقام اعلیٰ نصیب فرمائے۔ آمین

پروفیسر مجیب احمد

[ریسرچ اسکالر، استاذ شعبۂ تاریخ، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد]

۵ مئی ۲۰۰۸ء کو نماز مغرب سے کچھ دیر پہلے جب میں ۱۷۔سی، بلاک نمبر۔۲، پی ای ایچ سی سوسائٹی، کراچی پہنچا تو وہاں پر چند احباب موجود تھے۔ مگر ہمیشہ کی طرح خوشدلی اور محبت سے میرا استقبال کرنے والے ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نہیں تھے۔

ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب علیہ الرحمۃ سے میرا تعلق ۱۹۸۹ء سے تھا۔ متعدد بار ان سے ملاقات کیلئے ان کے گھر حاضر ہوتا رہا۔ کراچی کے علاوہ لاہور اور اسلام آباد میں بھی ان سے ملاقاتیں رہیں۔ ایک دو مرتبہ ڈاکٹر صاحب میرے گھر بھی تشریف لائے۔ دلی کی روائتی مہمان نوازی کے علاوہ انہوں نے تقریباً ہر ملاقات پر کتب سے نوازا۔ میرے پاس ان کی دستخط شدہ کئی کتابیں موجود ہیں۔ علاوہ ازیں ان کے کئی خطوط بھی میرے پاس محفوظ ہیں۔ زبانی یاداشتیں بھی ان کی یادگار ہیں۔

ڈاکٹر محمد مسعود احمد ایک ممتاز محقق، ادیب، ماہر تعلیم اور نفیس نقشبندی بزرگ تھے۔ اگرچہ انہوں نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی پر تحقیق و تحریر کرنے سے پہلے بھی اپنا علمی و تحقیقی تشخص قائم کر لیا تھا۔ تاہم ان کی عالمگیر شہرت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے ہی بنی۔ ۱۹۹۲ء میں انہوں نے ادارہ مسعودیہ، کراچی قائم کیا۔ جس کے تحت انہوں نے کئی موضوعات پر کتب شائع کیں۔ حضرت مجدد الف ثانی کے حوالے سے ان کے تحقیقی و اشاعتی کام کو بھی عالمی سطح پر سراہا گیا۔ آپ کی سرپرستی میں ماہنامہ المظہر (کراچی) کا بھی اجراء ہوا۔ علاوہ ازیں آپ متعدد تنظیموں اور اداروں کے سرپرست بھی تھے۔

ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے جنوبی ایشیاء کی مسلم تاریخ کے حوالے سے، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور دیگر علمائے اہل سنت و جماعت کی ہمہ جہتی خدمات کو اپنی تحقیق سے نہ صرف پاکستان بلکہ بیرونِ پاکستان کے اعلیٰ علمی حلقوں اور اداروں میں متعارف کرایا اور ان کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ مروجہ یک طرفہ تاریخ کو مستند اور حرفِ آخر ماننے کی بجائے تاریخ کے دوسرے پہلو بھی اپنے سامنے رکھیں۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی تحقیق و تحریر سے کوئی مکمل طور پر متفق ہو یا نہ ہو مگر یہ ناممکن ہے کہ اس سے صرف نظر کیا جا سکے۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے نہ صرف کئی تاریخی حقائق کو بے نقاب کیا ہے۔ بلکہ بعض نئے پہلوؤں اور گوشوں پر از سرِ نو تحقیق کی ضرورت پر زور دیا ہے۔

بلاشبہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی رحلت ایک عظیم سانحہ ہے۔ تاہم قحط الرجال کے اس دور میں ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مرحوم و مغفور کا بظاہر کوئی متبادل نہ ہونا عظیم تر سانحہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اہل سنت و جماعت کو ان دونوں سانحات کو صبر کے ساتھ برداشت کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

مفتی محمد عارف حسین نورانی؛

[ضلع بھمبر، آزاد کشمیر]

جملہ صاحبزادگان و اہلِ خانہ مسعودِ ملت ماہر رضویات پیرِ طریقت رہبر شریعت عالمِ باعمل حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری نقشبندی حنفی نور اللہ مرقدہ!

السلام علیکم!

حضرت قبلہ ڈاکٹر صاحب کے انتقال پُر ملال پر آپ کے برابر شریکِ غم ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب نبی پاک کے وسیلۂ جلیلہ سے قبلہ ڈاکٹر صاحب کے درجات بلند فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے! آمین بجاہٖ طٰہٰ ویٰسین ﷺ۔

حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری نقشبندی حنفی علیہ رحمۃ الرحمٰن کا شمار اُن نفوسِ قدسیہ میں ہوتا ہے، جن کی زندگیاں حسنِ صورت و سیرت، خدماتِ دینیہ امتِ مسلمہ کے لیے مینارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہیں۔

آپ نے عام روش و طریقہ سے ہٹ کر خدمتِ دین کا فریضہ سر انجام دیا ہے، جس کے اثرات صدیوں تک رہیں گے۔ امت مسلمہ آپ کی خدماتِ دین جو تحریری صورت یعنی تالیفات و تصنیفات کی صورت میں موجود ہیں، سے مستفید ہوتی رہے گی۔ آپ حوادثِ زمانہ کا شکار نہیں ہوئے اُن اہلِ علم کی طرح جو جانتے ہوئے یہ حق ہے اور یہ باطل ہے اظہارِ حق کا اظہار صلح کلی طریقہ سے کرتے ہیں، جو کہ مؤمنانہ شان کے خلاف ہے۔ قبلہ ڈاکٹر صاحب فدائے کوچۂ حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ آپ نے مجددِ دین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں حنفی قادری برکاتی علیہ رحمۃ الرحمٰن جنہوں نے چودھویں صدی ہجری میں حقیقی معنوں میں خدمتِ دین کا فریضہ سر انجام دیا، نو زائیدہ فتنے جنہوں نے

اُمتِ مسلمہ کا شیرازہ اور اتحاد توڑنے کا مذموم کردار ادا کیا، کی سرکوبی کی۔ ناموسِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پہرا دیا جب بھی کسی ناموسِ رسالت کے دشمن نے سر اُٹھایا محدثِ بریلوی کا قلم تحفظِ مقامِ مصطفی ﷺ کیلیے حرکت میں آ گیا۔ گستاخانِ رسول ﷺ کو کیفرِ کردار تک پہنچایا۔ قبلہ ڈاکٹر صاحب نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا پر اُس وقت کام کیا جب اعلیٰ حضرت کا نام لینا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ لوگ آپ کی دینی خدمات سے نابلد تھے۔ فضیلت یہ ہے کہ دشمن گواہی دیں۔ قبلہ ڈاکٹر صاحب نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں نور اللہ مرقدہ پر جو کام کیا ایک بد مذہب کو کہنا پڑا کہ ہم نے مولانا احمد رضا کو دفن کر دیا تھا، ایک پروفیسر نے دوبارہ زندہ کر دیا۔ اب ہمیں پچاس سال کام کرنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب نبی پاک ﷺ کے وسیلۂ جلیلہ سے آپ کی دینی خدمات کو قبول فرمائے! ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا و ادارۂ مسعودیہ، کراچی کو حسبِ سابق آپ کا پیغام امتِ مسلمہ تک پہنچانے میں سرخرو فرمائے!

اللہ تعالیٰ تمام اہلِ سنت کے علماء و مشائخ کو ڈاکٹر صاحب کی طرح حقیقی معنوں میں خدمتِ دین کا فریضہ سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے جس سے امتِ مسلمہ اہلِ سنت و جماعت کا فروغ و تحفظ ہو سکے۔

ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن

[مدیر ''فکر و نظر''، اسلام آباد، پاکستان]

گرامیٔ مرتبت سید وجاہت رسول قادری دامت برکاتہم العالیہ

چند روز پہلے عزیز محترم پروفیسر مجیب احمد صاحب کی وساطت سے مسعودِ ملّت پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے انتقال کی خبر سننے میں آئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب بلاشبہ اہلِ سنت کے عظیم محسن تھے۔ فکرِ رضا سے آگاہی کے لیے اُنہوں نے جس جانفشانی سے خدمات سرانجام دیں وہ قابلِ رشک بھی ہیں اور لائق تقلید بھی۔ اُن کی فکر میں بھی ندرت تھی اور تحریر بھی منفرد اُسلوب کی حامل تھی۔ فکرِ رضا کے ساتھ ساتھ برصغیر کی نابغۂ روزگار شخصیت حضرت امام ربانی مجددِ الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیات و تعلیمات پر اُن کا کام تصوّف کے ادبی سرمائے میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ ''جہانِ امامِ ربانی'' میں جہاں مرحوم نے حضرت مجددِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیات اور فکر کی تمام جہات کو ملحوظ رکھا اور ہر جہت پر قاری کی تشفی کا سامان فراہم کیا وہاں مجددی سلسلے کی اہم خانقاہوں کو نہایت عمدگی کے ساتھ متعارف کروایا۔

آپ کا گرامی نامہ آج مؤرخہ ۲۰ رمئی ۲۰۰۸ کو موصول ہوا جس میں تقاضہ کیا گیا کہ ۲۵ رمئی ۲۰۰۸ تک مرحوم و مغفور کی شخصیت یا اُن کے علمی مقام و مرتبہ سے متعلق مقالہ قلمبند کر کے آپ کی خدمت میں پہنچایا جائے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی انتہائی وقیع شخصیت پر کچھ لکھنا ایک دو روز میں ممکن نہیں، اس لیے انتہائی ادب کے ساتھ معذرت خواہ ہوں۔

دعا گو ہوں اللہ رب العزت ڈاکٹر صاحب مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ نصیب فرمائے اور جن پاکانِ اُمت کے ساتھ وہ بے پناہ محبت رکھتے تھے، اُنہی کے ساتھ حشر مین اُٹھنا نصیب فرمائے! آمین بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم۔

سید محمد عبداللہ قادری

[واہ کینٹ، پنجاب، پاکستان]

محترم المقام صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب علیہ الرحمۃ کی رحلت سے دنیائے علم و ادب، اہلِ سنت و جماعت ایک عظیم نقصان سے دوچار ہوئے ہیں۔ انہوں نے عمر بھر خدمتِ ادب، تعلیماتِ امام احمد رضا، تعلیماتِ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہما کو اجاگر کرنے میں صَرف کر دی۔

آپ اور آپ کا ادارہ معارفِ رضا، ان کی سرپرستی سے محروم ہو گیا

ہے۔ اب آپ کے ادارہ کے بانی حضرت سید ریاست علی قادری، اول نائب صدر الحاج شفیع محمد قادری، سرپرستِ اعلیٰ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہم سبھی اللہ کو پیارے ہوگئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت اچھے ادیب، محقق، سوانح نگار، مبصر اور استاذ تھے۔ عمر بھر ان کا قلم رواں دواں رہا ہے۔ آپ نے جس موضوع پر کام کیا، قلم نے بھرپور ساتھ دیا۔ بہت یادگار کام کیا جسے قوم و ملت مدتوں یاد رکھے گی۔ پروفیسر صاحب جیسے لوگ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ ادارہ ایک بالغ نظر شخصیت سے محروم ہوگیا ہے۔ میری طرف سے پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب اور ادارہ کے سب معاونین سے تعزیت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ صدقہ نبی روف الرحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پروفیسر صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور ہمیں صبر کی استقامت نصیب فرمائے۔ برادرِ مکرم صاجزادہ محمد مسرور احمد صاحب مدظلہٗ کو علیحدہ خط تحریر کردیا ہے۔ معارفِ رضا کا شمارہ اپریل/مئی ۲۰۰۸ء (جلال الملت نمبر) مل گیا ہے۔ ذرہ نوازی کا شکریہ۔

محمد ندیم اختر القادری رضوی

یہ حقیقت ہے اور امر مُسَلَّم ہے کہ جب بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے کسی نیک بندے نے اپنے بڑوں کے بتائے ہوئے پیغامِ قرآن و سنت کو انہی کے طریقہ ہائے مبارک کے مطابق آگے سے آگے اپنی موجودہ اور آنے والی نسلوں کی بقا کے لیے پھیلایا ہے تو اس بندۂ مومن کے کام میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب دانائے غیوب فخر کون و مکان راحتِ انس و جاں ﷺ کے صدقہ میں اتنی برکت و وسعت عطا فرمائی ہے کہ عام بندۂ مومن اس کا ادراک و فہم نہیں رکھ سکتا۔

حضرت الشاہ امام ربانی شیخ احمد نقشبندی سرہندی المعروف مجدد الف ثانی اور اعلیٰ حضرت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خاں قادری برکاتی فاضلِ بریلوی رضی اللہ عنہما کی ذواتِ مقدسہ سے خصوصی اور والہانہ وابستگی ہی کی برکت ہے کہ آج جب بھی ہمارے سامنے یا ہمارے اذہان میں یہ مجموعۂ ہر دو الفاظ ''مسعودِ ملت'' اور ''ماہرِ رضویات'' آتے ہیں تو ہماری نظروں کے سامنے ایک ایسا حسین و جمیل و نورانی پیکر ابھرتا ہے، ایک ایسا شفیق وجود سامنے آتا ہے جسے دنیائے اسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی کے نام سے جانتی ہے۔

حضرت مسعودِ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت اور آپ کے علمی کارہائے نمایاں کے متعلق تفصیل سے لکھنا اس بندۂ عاجز و کمتر کے بس میں نہیں ہے۔

تقریباً پینتیس برس قبل جب آپ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور علمی کارناموں کے حوالہ سے کام شروع کیا تو اس وقت برصغیر پاک و ہند میں بالخصوص اور باقی دنیا میں بالعموم ایک مخصوص علمی طبقہ تھا جو امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور ان کے تحریری کارناموں سے واقف و آگاہ تھا۔ لیکن حضرت مسعودِ ملت رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ پر کام کا آغاز کیا اور ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کی سرپرستی فرمائی (جو کہ الحمد للہ تادمِ آخر رہی) تو بتدریج دنیا کے گوشے گوشے میں قرآن و حدیث کے احکام پیغامِ رضا کی صورت میں پہنچنے لگے اور عام قاری بھی چودھویں صدی کے عظیم مجدد کی تحاریر سے واقف و آگاہ ہوا۔

یہ حضرت مسعودِ ملت اور ماہرِ رضویات کی شفقت و محبت ہی رہی کہ جس کی بناء پر ''ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل'' اور ''ادارۂ مسعودیہ'' روز افزوں منازل و مدارج ترقی عبور کر رہے ہیں۔

میں نے ذاتی طور پر ڈاکٹر صاحب مسعودِ ملت رحمۃ اللہ علیہ کو انتہائی شفیق و مہربان و مہمان نواز پایا۔ کسی بھی معاملہ یا پریشانی میں، میں نے ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مسئلہ عرض کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تسلی بخش جواب عطا فرمایا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب دانائے غیوب مخبر صادق ﷺ کے صدقہ و جلیلۂ خاص سے اور سرکار امام ربانی مجدد الف ثانی اور سرکارِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہما کے طفیل حضرت مسعودِ ملت

رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر ہمیشگی کی حامل رحمت ورضوان کی برسات فرمائے۔

مجاہد محمد رفیق نقشبندی

[استاذ، الجامعہ نقشبندیہ بستان العلوم، کڈھالہ، ضلع بھمبر، آزاد کشمیر]

جناب سید وجاہت رسول قادری رضوی مدظلہ زیدمجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مکرمی جناب سید صاحب چند روز قبل دل کے آنسوؤں کو سیاہی بنا کر حضرت مسعود ملت کے غم کو اتار چکا ہوں۔ محترم ڈاکٹر مسعود احمد مجددی کی اچانک مفارقت ایک عظیم المیہ ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولیٰ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما کر درجات عالیہ عطا فرمائے۔ اہلِ سنت پر مرحوم کے بڑے احسانات ہیں۔ ان کو امام احمد رضا قادری کے مشن سے سرفروشانہ لگاؤ تھا۔ اسی لگن میں جان عزیز جاں آفریں کے سپرد کردی۔ اپنی زندگی کا آخری خط جو میرے نام لکھا، ۱۰راپریل/۳رربیع الآخر کی تحریر ہے۔ دہلی کے مزارات پر حاضری سے جو باطنی وروحانی سکون لے کر آئے، اس کا حصہ دعا کے طور پر ہمیں دیا۔ ان کی حاضریاں قبول ہوئیں، ''جہانِ امام ربانی'' کی تکمیل ان کی زندگی کا آخری امتحان تھا۔ ہماری اور آپ کی ملاقات اور محبت وآگاہی بھی انہیں کے خلوص ومحبت کی جلوہ گری ہے۔ انہوں نے بڑے خلوص اور جانکاہی سے امام احمد رضا پر مسلسل ۳۰ سال کام کیا۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی کو تحریر کے زینوں سے پروان چڑھایا۔ جامعات میں امام احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ کا تعارف کرایا۔ سب کی راہنمائی فرمائی۔ انہوں نے سب کو نوازا۔ غیر نام کی کوئی شے ان کی ڈکشنری میں نہ دیکھی جاسکی۔ جوان سے ملتا، یہ باور کرتا کہ سب سے زیادہ مجھے محبت دی ہے۔ اللہ والوں کی یہی شان ہوتی ہے۔ الحمدللہ اپنے لگائے ہوئے پودوں اور پھولوں کی بہار دیکھ لی۔ اس مشن میں تنہا کام کر کے ایسے ساتھی تلاش کر لئے جو ان کے کام کو مقالات کی صورت میں آگے بڑھائیں گے۔ ان کے نام اور کام کو زندہ رکھیں گے۔ اس حقیر نے ان کے رسائل پڑھ کر اس مشن میں داخلہ لیا اور ان کی قبر انور سے یہی خوشبو اٹھ رہی ہے۔ مجاہد تھکتے نہیں۔ موت ان کو مارتی نہیں، تازہ زندگی دیتی ہے۔ اس ناچیز کے کتب خانے میں آج بھی تقسیم کے لیے ایک ہزار کے قریب مسعودی رسائل موجود ہیں۔ آہ! محبت کی نشانی رسالہ ۲۰۰ تعداد کا کارٹن میرے سامنے ہے۔ ان کے ہاں سختی نہ دیکھی۔ انہوں نے ہر لحہ نرمی وآسانی دکھائی۔ اس حقیر نے بعض مواقع پر آپ کے اسٹاف ممبران سے بھی شکوہ کیا۔ محض ان کی محبت میں۔ پھر اسلام آباد ۱۴راپریل کے سفر میں فقیر سے راز ونیاز میں بہت کچھ ناصحانہ باتیں کیں۔ فرمایا، ''کیا یہ کم صلہ ہے کہ مجھے اور آپ کو ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا میں بٹھا کر اپنی یاد میں لگا رکھا ہے۔'' یہی صلہ ہے، یہی انعام ہے۔ ان کی یادیں نہ معلوم کب تک بے قرار کرتی رہیں گی۔ یقیناً آپ سب کے لیے بڑا حادثہ ہے۔ وہ دلوں میں زندہ ہیں، آنکھیں ان کی منتظر ہیں۔ وہ فقیر سے بڑی خاص محبت رکھتے تھے۔ ساٹھ کے قریب مراسیل فقط فقیر کے نام اپنے قلم سے رشحاتِ مجددیہ کی روشنی میں لکھے۔ اتنا کرم ہے۔ ان کے آخری محبتی خط میں آپ کے ساتھ بریلی شریف حاضری کی اجازت نہ ملنے پر میرا نام بھی ہے۔ آپ زندگی بھر اب امام احمد رضا قادری کے نشان مسعودِ ملت پر کام کریں۔ اس تعلق کو قائم رکھیں۔ ہم سب آپ کے غم میں شریک ہیں۔ میں کسی موقع کانفرنس پر اپنے دل کو چیر کر ایک مقالاتی تصویر پیش کروں گا۔ وہ میرے دل میں ہیں۔ بے شک جیسے اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے رومی سے عشق کی منزل پائی ہے، یوں ہی مسعودِ ملت نے حضرت امام احمد رضا کے قدم سے مجددِ الف ثانی کے افکار کو زندگی دی ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ کراچی کی تیاری کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائی مسرور میاں کو استقامت عطا فرمائے۔ بیشک ان کے خادموں میں فقیر کا نام بھی رہے گا۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا اسلام آباد میں تعزیتوں کا سلسلہ جاری وساری ہے۔ ۱۱رمئی کو ایصالِ ثواب اور ختمِ قرآن کی محفل اور روحانی منظر عزیزی خلیل احمد کے مراسلہ میں پڑھئے گا۔

فروغِ شمع تو قائم رہے گا روزِ محشر تک
مگر محفل تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

محمد طفیل قادری

[کمپیوٹر سینٹر نیشنل بینک آف پاکستان، سوک سینٹر، اسلام آباد]

ابھی تک یہ ناچیز گزشتہ سال ستمبر 2007ء میں تحقیق و تصنیف کے میدان کے شہہ سوار شرف ملت، فخر اہل سنت، شیخ الحدیث، علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری اور اس سال جنوری 2008ء میں نامور بزرگ عالم دین، سرمایہ اہل سنت، محدث اعظم جناب مولانا سردار احمد کے لائق اور بے مثال شاگرد اور مفسر قرآن محترم جناب مفتی محمد جلال الدین قادری رحمھم اللہ تعالیٰ کے وصال پر ملال کے صدمہ جانکاہ سے متاثر ہو کر رنج والم سے باہر نہ نکل پایا تھا کہ جیو ٹی وی پر یہ اندوہناک خبر دیکھی کہ ادارۂ مسعودیہ اور ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی کے سرپرست اعلیٰ نامور ماہر تعلیم، رئیس المحققین، ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وصال فرما گئے ہیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

اس خبر پر یقین کرنے کے سوا کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ کیونکہ ہمیں تو ہمیشہ رضائے الٰہی پر قائم رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اور خود محترم ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تعلیمات سے بھی ہمیں ہر مشکل میں رضائے الٰہی پر صبر و شکر سے کام لینے کا درس ملتا ہے۔

اس مختصر سے عرصہ میں ان محترم ہستیوں خاص طور پر پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کا وصال ہمارے لیے، ادارۂ مسعودیہ کے لیے، امام ربّانی فاؤنڈیشن کے لیے اور خاص طور پر مسلک اہل سنت و جماعت کا بہت بڑا نقصان ہے۔ اللہ پاک سے عاجزانہ دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کے طفیل محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ پر ابر کرم کا سایہ رکھتے ہوئے ہوئے جنت الفردوس میں اعلیٰ و ارفع مقام عطا فرمائے، پسماندگان، مریدین، ادارۂ مسعودیہ، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا اور امام ربانی فاؤنڈیشن کے تمام احباب کو یہ صدمہ صبر و حوصلہ کے ساتھ برداشت کرنے اور اُس صبر جمیل پر اجر عظیم عطا فرمائے۔ (آمین)

حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کی علمی اور تحقیقی کاوشوں خاص طور پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ فاضل بریلوی پر ڈاکٹر صاحب کی تحقیقی و تصنیفی خدمات کو کبھی بھلایا نہ جاسکے گا۔

دنیا جانتی ہے 1921ء میں امام اہل سنت فاضل بریلوی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہٗ کے وصال پر دشمنان امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ اور گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باچھیں کھل اٹھی تھیں۔ جس سے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مخالفین کے حوصلے بلند ہوئے۔ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد مخالفین نے دین کے نام پر من پسند تحریروں کا آغاز کیا۔ نئے نئے خیالات نئے نئے نظریات سامنے آرہے تھے۔ بھانت بھانت کی بولیاں بولی جانے لگیں۔ کیونکہ جو جو کام یہ دیوبند والے اعلیٰ حضرت کی زندگی میں نہ کر سکے ان کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ کے وصال کے بعد شروع کر دیا۔ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کی زندگی میں ہی کوئی کہنے لگا کہ خاتم النبیین کا یہ مطلب نہیں کہ پیارے آقا ﷺ سب میں آخری نبی ہیں، کوئی کہہ رہا تھا کہ اللہ جھوٹ بولنے پر قادر ہے اور کوئی کہہ رہا تھا کہ میلاد النبی ﷺ کی محفل کرانا یا اس میں شریک ہونا ناجائز بلکہ معاذ اللہ شرک ہے۔ مطلب یہ کہ ان دشمنان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیارے آقا ﷺ کی شان و کمالات والی کوئی بات علامۃ المسلمین تک نہ پہنچی۔

1921ء سے 1970ء تک دیوبندی علماء نے کھل کر امام اہل سنت امام احمد رضا پر کیچڑ اچھالا، شرک شرک کے فتوے تو ہر قدم پر لگائے گئے۔

حالانکہ اعلیٰ حضرت سے پہلے کے حالات کو یوں بیان کروں۔ کفار و مشرکین ہند سے مسلمانوں کا اتحاد کرایا گیا۔ ان کو بھائی بنایا گیا۔ ان کو منبر رسول ﷺ پر بٹھایا گیا۔ ان کے لیے مسجدوں میں فاتحہ خوانی کی گئی۔ ان کی خاطر گائے کی قربانی ترک کی گئی۔ گاندھی کو اپنا امام بنایا۔ عام و خواص سب ان کے پیچھے چلتے تھے۔

معاشی اور تجارتی حالات بھی ان سے مختلف نہ تھے۔ ادھر ہندو اس فکر میں لگے تھے کہ مسلمانوں کو اپنے رنگ میں رنگ دیں۔ ان سب حالات میں جب امام احمد رضا خان نے قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ پر خوب کام کیا۔ وہ پچاس سے زیادہ علوم وفنون میں دسترس رکھتے تھے۔ بلکہ وہ ہر علم وفن میں اپنی یادگار چھوڑ گئے۔ بس ہر کام کرنا فرد واحد کے بس کی بات نہیں۔ اعلیٰ حضرت کے اس مشن کو آگے بڑھاتے ہوئے دشمنانِ رسول ﷺ کو جواب دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کو چن لیا۔ اور ماشاء اللہ خوب اپنی رضا کے مطابق اللہ پاک نے ڈاکٹر صاحب سے کام لیا۔

الحمد للہ اس مفکر اسلام، ماہر تعلیم، رئیس المحققین نے اعلیٰ حضرت کے مقالات پر تحقیقی کام جاری رکھا۔ تحقیقی کام کرتے ہوئے 1970ء سے کام شروع کیا۔ تقریباً 40 برس تک اعلیٰ حضرت ہی پر لکھا۔ آپ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ کی بسیط سوانح کا خاکہ مرتب کر کے 1982ء میں ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا سے شائع کرایا۔ اس میں اعلیٰ حضرت کی سوانح کو 15 جلدوں میں سمیٹنے کی کوشش کی۔ جس سے اعلیٰ حضرت کی سوانح کی وسعت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ حضرت ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتی لائبریری میں تیس سے زیادہ علوم وفنون پر احمد رضا کے ایک سو سے زیادہ مخطوطات کے عکس موجود ہیں۔ مطبوعات اس کے علاوہ ہیں۔ ان کی تعداد بھی 100 سے کم نہ ہوگی۔ یہ تمام مخطوطات ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے بانی اور صدر اول مولانا سید ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ اور بعد میں موجودہ صدر ادارہ محترم سید وجاہت رسول قادری صاحب بریلی شریف سے لائے تھے۔ کچھ مخطوطات حضرت علامہ مولانا تقدس علی خاں علیہ الرحمۃ نے بھی ڈاکٹر صاحب مرحوم ومغفور کو دیئے تھے۔

اس طرح پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے رفقاء کی شب وروز محنت کے بعد امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نام کا ملک وبیرون ملک چرچا ہونے لگا۔ تو محققین، دانشوروں کی تیرہ سالہ جدوجہد رنگ لائی، تو یہ بات احمد رضا کے مخالفین کو پھر ایک آنکھ نہ بھائی۔ وہ پھر فکر میں پڑ گئے کہ کریں تو کیا کریں۔ بلکہ مخالفین کے ایک فاضل نے تو یہاں تک کہہ دیا۔ کہ احمد رضا کو تو ہم عرصہ پہلے دفن کر چکے تھے، اب فلاں پروفیسر (یعنی مفکر اسلام، رہبر شریعت وطریقت مسعود ملت جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ) نے اعلیٰ حضرت کو دوبارہ قبر سے نکالا ہے۔ اب اسے دفن کرنے میں نصف صدی لگ جائے گی۔

پھر دنیا نے دیکھ لیا کہ پروفیسر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے الحمد للہ اعلیٰ حضرت کے مشن کو رضائے الٰہی اور عشق رسول ﷺ کی روشنی میں نہایت جرأت، نہایت ایمانداری اور بہت ہی محبت سے آگے بڑھایا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ کے علاوہ امام ربانیؒ پر بھی ڈاکٹر صاحب نے خوب کام کیا۔ اس عظیم ہستی پر بھی تقریباً ۱۵ جلدیں مکمل کرڈالیں۔ حضرت ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کے والد گرامی محترم سیدی مرشدی مفتی مظہر اللہ نے قرآن پاک کی تفسیر لکھی تو حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی نگرانی میں اس تفسیر (تفسیر مظہر القرآن) کو شائع کرایا۔ اس کے علاوہ حضرت ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بے حساب مقالے تحریر فرمائے۔ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کی اس تحقیقی اور علمی کاوشوں کی وجہ سے بھارت میں بھی علمائے اہل سنت کے دل میں ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کے لیے بڑا ادب واحترام دیکھا گیا ہے۔

اس کے علاوہ بھی ڈاکٹر صاحب کی زندگی کے کئی پہلو ہیں۔ ذاتی تعلق، علم دوستی، اپنے مریدین کی رہبری بلکہ ان کی حیات مبارکہ کا ایک ایک پہلو حلیم، نفیس تھا۔ اللہ پاک اپنے پیارے حبیب ﷺ کے طفیل ڈاکٹر صاحب کی عشق رسول ﷺ پر مبنی جدوجہد کو قبول فرماتے ہوئے ان پر اپنی رحیمی اور کریمی کی عنایات فرماتے ہوئے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت اور آپ ﷺ کا قرب عطا فرمائے۔ اور ہم سب کو بھی ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسی اجر وانعام سے نواز دے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین)

حضرت علامہ محمد سبحان رضا خاں قادری سبحانی میاں مدظلہ العالی

[سجادہ نشین، خانقاہِ عالیہ رضویہ ومہتمم جامعہ منظر اسلام،

بریلی شریف، یوپی، الہند]

مر کے ٹوٹا ہے کہیں سلسلۂ قید وحیات

فرق اتنا ہے کہ زنجیر بدل جاتی ہے

مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ

موت اس کی ہے جس کا کرے زمانہ افسوس

یوں تو دنیا میں سبھی آتے ہیں مرنے کے لیے

غمزدہ ذہن وفکر کے ساتھ یہ چند سطر لکھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ عاشقِ رسول، فدائے اعلیٰ حضرت، محبِّ خانوادۂ رضویہ، مجمع البرکات، ماہرِ رضویات حضرت علامہ الحاج الشاہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نقشبندی دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے داعیِ اجل کو لبیک کہا اور وصالِ حق سے سرشار ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وصال کی خبر آتے ہی مرکزِ اہلسنّت دارالعلوم منظر اسلام میں قرآن خوانی وایصالِ ثواب کا اہتمام کیا گیا اور دنیائے سنّیت کے اس عظیم رہنما، فدائے اعلیٰ حضرت، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، حضرت مسعودِ ملت کی روح پُرفتوح کو ایصالِ ثواب کر کے ان کی خدماتِ دینیہ کو سراہتے ہوئے خراجِ عقیدت پیش کیا گیا۔ بارگاہِ مجددِ اعظم، امام اہلسنّت، سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب فاضلِ بریلوی قدس سرہٗ میں حضرت مسعودِ ملت علیہ الرحمہ کو یاد کر کے ان کی پاکیزہ روح کو طمانیت پہنچائی گئی۔ مولیٰ تعالیٰ شرفِ قبولیت فرمائے! آمین۔

ابھی ماضی قریب میں جب ماہرِ رضویات حضرت مسعودِ ملت دہلی تشریف لائے تھے۔ تو فقیر نے دہلی فون کیا تھا یہ حسن اتفاق کہ فون حضرت مسعودِ ملت ہی نے اٹھایا۔ بڑی مسرت ہوئی فقیر نے سلام وتحیت کے بعد حضرت علیہ الرحمہ سے خیریت وحالات معلوم کیے۔ حضرت نے نہایت محبت اور بڑے پیار سے گفتگو فرمائی۔ اپنی خیریت بتائی اور فقیر کی خیریت اور بریلی شریف کے حالات دریافت فرمائے۔ کافی دیر نہایت پیار ومحبت کے ماحول میں تبادلۂ خیالات اور خیر وعافیت پر گفتگو ہوتی رہی۔ فقیر نے بریلی شریف تشریف لانے کی دعوت پیش کی اور کافی اصرار کیا کہ حضرت کم از کم ایک دو یوم کے لیے بریلی شریف فقیر خانہ میں ضرور تشریف لے آئیں۔ مگر حضرت مسعودِ ملت علیہ الرحمہ نے معقول عذر ارشاد فرمایا جس کے بعد فقیر نے مزید اصرار نہیں کیا۔ گزشتہ سالوں میں حضرت مسعودِ ملت علیہ الرحمہ بریلی شریف بارگاہِ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اور مرکزِ اہلِ سنت منظر اسلام میں تشریف لاتے رہے ہیں۔ یہاں حضرت کے شایانِ شان فقیر نے اور دارالعلوم کے اساتذۂ کرام اور طلبہ نے نیز خدام خانقاہِ عالیہ رضویہ نے استقبال کیا۔ استقبالیہ محافل کر کے سپاس نامے پیش کیے۔ حضرت مسعودِ ملت علیہ الرحمہ نے نہایت پُرمغز اپنے کلماتِ طیبات سے اہلِ محفل کو نوازا اور سیدنا اعلیٰ حضرت ومسلکِ اعلیٰ حضرت و خانوادۂ اعلیٰ حضرت سے اپنے دیرینہ تعلقات کو بتاتے ہوئے فقیر کے جدِّ کریم سیدنا اعلیٰ حضرت اور ان کی تصنیفات سے اپنا جو ایمانی تعلق بتایا، وہ آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہے۔

ماہرِ رضویات حضرت مسعودِ ملت علیہ الرحمہ نے جب سے فتاویٰ رضویہ شریف اور دوسرے رسائل وکتب اعلیٰ حضرت کا مطالعہ شروع کیا تو وہ تصنیفاتِ اعلیٰ حضرت ہی کے ہو کر رہ گئے۔ کچھ اس عقیدت اور جانفشانی سے کتبِ اعلیٰ حضرت مطالعہ میں آپ نے رکھیں کہ جس کتاب کو دیکھا، اس کے کسی گوشے کو تشنہ نہیں چھوڑا۔ پھر آپ کی پاکیزہ طبیعت نے رضویات پر لکھنے پر مجبور کیا۔ الحمد للہ تعالیٰ گہرے مطالعہ کے بعد جب آپ نے رضویات پر قلم اٹھایا تو دنیائے سنّیت کو آپ کے قلم کی پختگی اور آپ کے ذہن وفکر کی جولانیت کا اعتراف کرنا پڑا اور صرف یہی نہیں کہ اعتراف ہی پر اکتفا کیا بلکہ رضویات پر آپ کی تصانیف کو دیکھ کر اہلِ سنت کے بڑے بڑے

صاحبِ قلم حضرات نے آپ کو ماہرِ رضویات کے مبارک خطاب سے یاد کیا۔ آپ کا خطاب رہتی دنیا تک زندۂ جاوید رہے گا۔ رضوی خانوادہ دل کی گہرائی سے یہ کہنے میں حق بجانب ہے کہ حضرت مسعودِ ملت علیہ الرحمہ پر خاص چشمِ کرم اور بے پایاں فیضان تھا، مجدد دین و ملت سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا، ورنہ سیدنا اعلیٰ حضرت کے علمی فضل وکمال پر دلائل و براہین کے ساتھ لکھنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔ اول تو سیدنا اعلیٰ حضرت کی تحریرات کو سمجھنا، پھر جس مسئلے پر اعلیٰ حضرت نے قلم اٹھایا ہے، اس مسئلہ کا احاطہ، پھر جن براہین سے اس مسئلہ کو مبرہن کیا ہے، ان براہین کی معرفت پھر اپنے مافی الضمیر کو اس اسلوب سے ضبطِ تحریر میں لانا کہ خواص تو خواص، عوام کی سمجھ میں آ جائے۔ یہ تمام باتیں بے فیضانِ صاحبِ کتاب ممکن نہیں۔ شک نہیں کہ حضرت مسعودِ ملت علیہ الرحمہ اپنی اس کاوش میں ممتاز و منفرد نظر آتے ہیں۔ آپ نے رضویات پر جتنا لکھا ہے اتنا شاید ان کے دور میں کسی نے بھی نہیں لکھا۔ آپ نے جہاں اعلیٰ حضرت کے علمی فضل وکمال پر لکھا، وہیں باغیانِ نبوت، دشمنانِ اسلام نے سیدنا اعلیٰ حضرت پر جو جاہلانہ اعتراضات کئے ہیں، ان جاہلانہ اعتراضات کے جوابات بھی نہایت مدلل انداز میں دیئے ہیں۔ آپ کی تصانیف و تالیفات کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے سینے میں مناظرانہ صلاحیت کا ایک بحرِ ذخار موجزن تھا۔ آج تمام باغیانِ نبوت و دشمنانِ اسلام دم بخود ہیں کہ حضرت مسعودِ ملت کی تحریرات کا سامنا کیا جائے تو کیسے کیا جائے۔ بہرحال اہلسنّت کی جانب سے اپنے دور میں حضرت مسعودِ ملت نے جو علمی کارہائے نمایاں انجام دیئے اور رضویات پر جو تحقیقی کام کیا ہے، وہ بے شبہ تحسین کا استحقاق رکھتے ہیں۔ جماعتِ اہلسنّت پر ان کا علمی و قلمی احسان رہتی دنیا تک پائندہ و تابندہ رہے گا۔

فقیر اور فقیر کے خانوادے نے ہمیشہ حضرت مسعودِ ملت علیہ الرحمہ کی علمی کاوشوں کو سراہا اور آپ سے بے پناہ محبت کی۔ اعراس مبارکہ اور دعا کے ہر موقع پر آپ کے لیے مخصوص دعائیں کی گئیں۔ آج وہ ہم میں نہیں مگر قلبی و ذہنی طور پر ہم سے قریب ہیں۔ ان کی یادیں ہمارے دلوں میں تازہ ہیں، ان کے کارہائے نمایاں ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں۔ رضویات پر ان کے ماہر قلم اور ان کے ذہن وفکر کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں اور دست بدعا ہیں کہ اللہ رب العزت ہمارے حضرت مسعودِ ملت علیہ الرحمہ کو کروٹ کروٹ رحمتِ الٰہی نصیب ہو، سرکارِ ابد قرار ﷺ کے طفیل عیش ابد میسر آئے، جملہ سلاسل شریعت و طریقت کے مشائخ علیہم الرضوان کی برکات بالخصوص مجدد دینِ اسلام حضرت سیدنا شیخ احمد سرہندی و حضور سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہما کے فیضان سے عالم برزخ میں مستفید و مستفیض رہیں۔ نیز حضرت کے پس ماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور حضرت کے خاندان میں حضرت کا نعم البدل عطا فرمائے! آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوات والتسلیم۔

خانوادۂ رضویہ حضرت مسعودِ ملت علیہ الرحمہ کے اعزا و معتقدین کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

سوگوار، دعا گو

فقیر قادری محمد سبحان رضا خاں سبحانی غفرلہٗ

سجادہ نشین، خانقاہِ عالیہ رضویہ و مہتمم جامعہ منظر اسلام، بریلی شریف، یوپی، الہند

ڈاکٹر رضاء الرحمٰن عاکف سنبھلی

[ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی، سرائے سنبھل، ضلع مراد آباد، یوپی، انڈیا]

حضور مسعودِ ملت کی ذات والا صفات کسی طرح بھی محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ نے اپنی گراں قدر علمی خدمات کے توسط سے اہلِ علم میں جو مخصوص و نمایاں مقام حاصل کیا، وہ آپ کا اپنا ہی حصہ ہے۔ راقم الحروف ان کے گراں قدر علمی و تحقیقی کارناموں کا ہی قدر دان نہیں بلکہ ان کو سرمایۂ امت بھی سمجھتا رہا۔ کیوں کہ اس کو یقینِ کامل

ہے کہ آں مرحوم جیسی عظیم عبقری شخصیات کسی خاندان، شہر یا ملک کی ہی میراث نہیں ہوا کرتیں بلکہ وہ عطیۂ الٰہی ہونے کی وجہ سے ہمیشہ ہی تمام عالم اسلام کی عزت و آبرو تسلیم کی جاتی رہی ہیں۔ حضور مسعودِ ملت جنہیں اب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہوئے کلیجہ منہ کو آرہا ہے، مرحوم لکھتے ہوئے قلم کانپ رہا ہے، کوئی ایسی معمولی شخصیت نہیں کہ جن پر یہ چند سطور لکھ کر ہی ان کا حق ادا ہو جائے۔ بلکہ آں مرحوم ذات و صفات اور ان کی عظیم علمی خدمات اس لائق ہیں کہ ان میں سے ہر ایک پر طویل مقالات اور مفصل تصانیف تحریر کی جائیں، سمپوزیم اور کانفرنسیں منعقد کی جائیں بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ تب بھی ان کا حق پوری طرح سے ادا نہ ہو پائے گا تو یہ کسی طرح کی دروغ گوئی یا کج بیانی نہ ہوگی۔

راقم الحروف کے حضور مسعودِ ملت کا معتقد و معترف ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آں موصوف اپنے ایک مخصوص اندازِ نگارش اور طرزِ تحریر کے موجد و مالک ہیں۔ آپ نے رضویات کو جس طرح سے ایک نئی جہت و انداز عطا کیا، اس نے اس قبیل کے قلم کاروں کو نئی روشنی عطا کی ہے۔ قلم پکڑنے کا شعور بخشا ہے اور تحریر پر دسترس حاصل کرنے کا حوصلہ دیا ہے۔ واقعی مسعودِ ملت کا اندازِ تحریر پوری طرح سے جادو بیاں ہوتا ہے۔ آپ کے اندازِ بیاں کی نیرنگیوں نے ایک معمولی واقعے کو بھی ناقابلِ فراموش حقیقت بنا دیا ہے۔ ایک ادنیٰ تحریر بھی ان کی جنبشِ قلم سے حیاتِ جاودانی پا گئی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ کے اندازِ تحریر اور طریقۂ عمل سے تحریک پا کر ہم جیسے نو واردوں نے بھی ایک نئے عزم و حوصلے کے ساتھ رضویات اور متعلقاتِ رضویات کو دنیا کے سامنے نئے اور خوبصورت اسلوب میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

حضور مسعودِ ملت کا ایک اور عظیم کارنامہ رضویات پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے ایک آئیڈیالوجی تیار کرنا بھی ہے۔ آپ کی زیرِ نگرانی عالمی جامعات میں تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے رضویات سے متعلق جو خاکے (Synopsis) تیار کئے گئے، وہ یقیناً اس لائق ہیں کہ ان پر سنجیدگی سے کام کیا جائے۔ اس طرح پختہ یقین ہے کہ ہم اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت و طریقت احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کی شخصیت اور ان کے عظیم علمی و دینی کاموں کو نئے انداز و اسلوب کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کر سکیں گے اور دنیائے علم و عرفاں مسلکِ اعلیٰ حضرت کو صحیح طرح سے سمجھنے کی کوشش کرے گی۔ یقینِ محکم ہے کہ حضور مسعودِ ملت نے امام الاتقیاء حامی الاولیا حامی سنت ماحی بدعت فاضلِ بریلوی علیہ الرحمۃ کی شخصیت و خدمات کے متعلق ایک عظیم انسائیکلوپیڈیا کا جو خاکہ پیش کیا ہے، اگر اسی انداز و نہج پر وہ کام انجام پذیر ہو جاتے تو دنیا پر اعلیٰ حضرت کی علمی برتری مزید اجاگر ہو جاتی۔ مختصر یہ کہ آپ گوناگوں صفات کے حامل اور علوم و فنون کے کامل تھے۔ آپ کے اسلوبِ نگارش پر راقم الحروف عنقریب ایک تفصیلی تحریر ضبطِ قلم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

غرض کہ میدانِ کارزارِ حیات میں اپنی علمی و فنی صلاحیتوں کی گہرافشانی اور تخلیقی و تحقیقی جواہرات کی بارشِ نورانی کرتے ہوئے علم و عرفاں کا یہ نیرِ اعظم ۲۲ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۸ اپریل ۲۰۰۸ء بروز پیر بوقت بعد نمازِ مغرب واصل بحق ہوا اور اپنے محبین و متوسلین کو ملول و مغموم کر گیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) یقیناً آپ کا سانحۂ ارتحال پوری ملت اور عالمِ اسلام کے لیے ایک سانحۂ دلخراش بالخصوص مسلک اعلیٰ حضرت کے وابستگان کے لیے بڑا ہی جان کاہ ثابت ہوا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ برصغیر کے اس نامور اہلِ قلم اور ماہرِ رضویات کو اپنے خاص الخاص مقربین میں جگہ عطا فرمائے اور انہیں دائمی راحت و سلامتی سے ہم کنار فرمائے۔ پس ماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور ملت و مسلک کو ان کا بہترین نعم البدل عنایت فرمائے۔ (آمین یا الہ العالمین)۔

پروفیسر ڈاکٹر رفعت جمال صاحبہ

[صدر، شعبۂ اردو، بنارس ہندو یونیورسٹی، وارانسی، انڈیا]

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

اس میں شک نہیں کہ فلک کی برسوں کی مشقت جب رنگ لاتی ہے، تب دھرتی کو ڈاکٹر مسعود احمد جیسے انسان ملتے ہیں جن کو زمانہ کبھی فراموش نہیں کرسکتا، کبھی بھولتا نہیں، جن کی تعریف میں قلم کبھی چوکتا نہیں، ذہن ان کی سیرت وصورت سے ہٹتا نہیں۔۔۔ واقعی ڈاکٹر مسعود ایک نام، نرالا کام اور انوکھا انداز۔ ادیب، شاعر وفن کار تو بہت ہوتے ہیں مگر کچھ اندازِ بیاں ایسے بھی ہوتے ہیں جن سے مدتوں ذہن کے گوشے جگمگاتے ہیں۔ ان ہی میں ایک نام مسعود صاحب مرحوم کا ہے جنہیں مرحوم لکھتے ہوئے قلم کانپ رہا ہے (اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل فرمائے)، عقل حیراں ہے اور دل پریشاں۔۔۔ مسعود صاحب ایک قد آور شخصیت، چہرے پر بے پناہ سکون واعتماد اور ایک چمک دمکِ ایمانی جو انسانی زندگی کو لالہ زار بنادیتی ہے۔ ۲۹/اپریل کو تقریباً رات ۸ بجے مکرمی وجاہت رسول صاحب نے فون پر ان کی رحلت کی خبر دی۔ بے اختیار زبان پر یہی الفاظ آئے، بہت عظیم انسان تھے۔ بس زبان گنگ ہوئی اور الفاظ نے ساتھ چھوڑ دیا۔ بہت دیر تک یہی سوچتی رہی کہ کہاں چلے جاتے ہیں دنیا سے جانے والے لوگ جن کا پتہ بھی چاہو تو پھر ملتا نہیں مگر جب ایک فن کار، رسول اللہ ﷺ کا ایک عاشق، ایک مستانۂ لوح وقلم رخصت ہوتا ہے تو زمین تڑپتی ہے اور آسمان روتا ہے۔ ایسا ہی کچھ حضرت مسعود احمد کی جدائی پر محسوس ہوا۔ ایسا شخص جسے نہ صلے کی تمنا نہ ستائش کی پرواہ۔۔۔ وہ تو پردے کے پیچھے رہنا ہی پسند کرتے تھے۔ کبھی اسٹیج پر آنا گوارا نہیں کرتے، فوٹو کھنچوانے سے بھی پرہیز تھا۔ کتنی اعلیٰ اقدار کے مالک تھے۔ احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے عاشق، ان کی تصانیف کے دلدادہ۔۔۔ قلم اٹھاتا تو امام الہند کے کسی نہ کسی فن پارے کا احاطہ کرتا نظر آتا۔ رضویات کے علاوہ ان کی تقریباً ۲۰۰ کتابیں مختلف موضوعات پر ملتی ہیں جن کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ایسے صاحب طرز ادیب تھے کہ آپ نے ہر موضوع سے انصاف کیا اور حق تو یہ ہے کہ اپنے موضوع کا حق ادا کردیا۔ یہی آپ کے اسلوب کی سب سے بڑی خوبی ہے۔

تاج محمد خان ازہری

[ہیڈ آف اورینٹل اسٹڈیز ڈپارٹمنٹ، البرکات ایجوکیشنل انسٹی ٹیوشنس، علی گڑھ (یوپی) انڈیا]

محترم المقام لائق صد احترام، جناب سید وجاہت رسول قادری صاحب قبلہ۔ حماہ اللہ ورعاہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج عوالی!

بروز سہ شنبہ جامعہ البرکات علی گڑھ کی لائبریری میں حسب عادت روزنامہ راشٹریہ سہارا پڑھ رہا تھا اچانک خبر کی ایک سرخی پر نظر پڑی: پروفیسر مسعود احمد کا کراچی میں انتقال ہوگیا،، خبر پڑھتے ہی زبان پر کلمات استرجاء جاری ہوگیے اور ایک لمحہ کے لیے ایسا محسوس ہوا جیسے کہ میں عالم خواب میں ہوں، دل و دماغ بھی اس خبر کی صداقت کے متعلق شک وریب میں پڑگئے، چونکہ چند روز قبل ہی پروفیسر صاحب کے بارے میں معلوم ہوا تھا کہ ہندوستان کی راجدھانی دہلی کسی کانفرنس میں شرکت کے لیے تشریف لائے تھے، اور پہلے سے علالت کی کوئی اطلاع بھی نہیں تھی۔ مگر جب میں لائبریری سے اٹھ کر کمپیوٹر لیب پہنچا اور انٹرنیٹ آن کیا تو آپ کا ای میل ملا، اس میں تمام تفصیلات پڑھ کر ازحد افسوس ہوا۔

برصغیر ہندوپاک میں مرحوم کی شخصیت اور خدمات سے کون شخص ہے جو واقف نہیں! آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ دین وملت بالخصوص مذہب اہل سنت کے فروغ میں گزارا، درجنوں کتابیں تصنیف کیں۔ یہ تحریر کرنا ہرگز مبالغہ نہ ہوگا کہ مسعود ملت رحمہ اللہ تاحیات دین

متین کی ترویج واشاعت کے لیے جہاد بالقلم اور جہاد باللسان کرتے رہے۔انہوں نے اپنے آپ کو مسلک اعلیٰ حضرت کے لیے وقف کردیا تھا، مسلک مذکور کی تائید وحمایت میں ان کی گرانقدر تالیفات کو پیش نظر رکھتے ہوئے انہیں ماہر رضویات کا لقب دینا یقیناً حق بجانب ہے۔

جناب باری تعالیٰ میں دست بدعاء ہوں کہ مولائے قدیر مسعودِ ملت کی خدمات کو شرف قبولیت بخشے، اور جماعت اہلِ سنت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، نیز آپ کے متعلقین ومحبین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔خود مرحوم کے لیے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دعا گو ہوں:

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

علامہ محمد ظفر نوری

[چیف ایڈیٹر، ماہنامہ ''الحجاز''، گوالیار، ایم۔پی، انڈیا]

زینتِ بزمِ قرطاس وقلم مکرمی حضرت علامہ مولانا وجاہت رسول صاحب قبلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

۲۹ر اپریل ۲۰۰۸ء بروز منگل، تقریباً صبح ۱۰ بجے اپنے لکھنے پڑھنے کے کام میں مشغول تھا کہ اچانک موبائل کی رنگ بجی۔ جب میں نے موبائل ریسیو کیا تو استاذ گرامی حضرت علامہ مولانا عبدالعلیم صاحب رضوی اندور نے یہ اندوہناک خبر سنائی کہ ماہرِ رضویت مصنف تصانیفِ کثیرہ رئیس التحریر والقلم حضرت علامہ مولانا پروفیسر ڈاکٹر مسعود صاحب کا کراچی میں وصال ہوگیا ہے۔ یہ خبر سن کر کچھ دیر کے لیے میرے اوپر سکتہ سا طاری رہا۔ آنکھوں سے لہو کے آنسو بہنے لگے کیونکہ میں ڈاکٹر صاحب کی تحریر سے بہت مانوس تھا اور کئی بار مجھے ان سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ جب ملا، ہمیشہ شفقت سے پیش آتے اور ہمیشہ کتابوں کا تحفہ عنایت فرمایا۔ وہ یادیں میرے ذہن پر گردش کرنے لگیں جب یہ غمگین خبر جامعہ الحجاز کے مدرسین ومتعلمین کو معلوم ہوئی تو ساری فضا سوگوار ہوگئی۔ فوراً مدرسے میں قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا اور ایک تعزیتی پروگرام کا اہتمام کیا گیا جس میں شہر گوالیار کے بہت سے علماء کرام، حفاظ کرام اور ائمہ مساجد نے شرکت فرمائی۔ جامعہ کے پرنسپل حضرت مولانا حافظ قاری محمد ذوالفقار رضا صاحب نے ڈاکٹر صاحب کی حیات وخدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ''ڈاکٹر صاحب نے رضویات کے سلسلہ میں وہ خدمات انجام دی ہیں جنہیں ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔'' حضرت مولانا شبیر رضا بریلوی نے کہا کہ ''ڈاکٹر صاحب کا وصال جماعتِ اہلِ سنت کا عظیم خسارہ ہے جس کی تلافی ممکن نہیں کیونکہ ڈاکٹر صاحب کسی فردِ واحد کا نام نہیں بلکہ ایک چلتی پھرتی تحریک کا نام تھا۔'' پھر آخر میں ۱۱ قرآن شریف، ۴۱ سورہ یٰسین شریف، ۴۱ بار سورۂ ملک کا ایصالِ ثواب حضرت علامہ ڈاکٹر پروفیسر مسعود احمد صاحب علیہ الرحمۃ کی روح کو پیش کیا پھر صلوٰۃ وسلام پر پروگرام کا اختتام ہوا۔

اہم اعلان

حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں ''معارف رضا'' کا یہ خصوصی شمارہ ''ماہرِ رضویات نمبر'' کا پہلا حصہ ہے جس میں تعزیتی پیغامات شامل کیئے گئے ہیں جبکہ اگلا شمارہ ''ماہر رضویات نمبر'' کا دوسرا حصہ ہوگا جو جولائی/اگست کا مشترکہ شمارہ ہوگا۔ اس شمارے میں ڈاکٹر صاحب کی زندگی اور ان کی علمی، مذہبی اور اصلاحی خدمات پر خصوصی مقالات شامل کئے جائیں گے۔ مقالات بھیجنے کی آخری تاریخ ۲۵ر جون ۲۰۰۸ء ہے۔ اپنے مقالات ادارہ کے پتہ پر جلد از جلد ارسال کیجئے۔ شکریہ

شفق چھوڑ جاؤں گا

محترمہ شبنم خاتون☆

دنیا میں بہت کم ایسی شخصیتیں ہوتی ہیں جو مر کر بھی زندگی کی انمٹ چھاپ چھوڑ جاتی ہیں۔ مسعود صاحب کو پہلی بار دیکھنے اور ان سے ملنے کا موقع ۲۵ ویں امام احمد رضا انٹرنیشنل سلور جوبلی کانفرنس ۲۰۰۵ء، کراچی، پاکستان میں ملا۔ نیچی نظریں لیکن دور تک دیکھنے کی صلاحیت، سادہ لباس لیکن چمک دمک والے لوگ بھی آپ کے قرب کو اپنی خوش بختی سمجھتے۔ ایک ایسی شخصیت جس کی زبان تو خاموش رہتی لیکن قلم ہمیشہ چلتا رہتا اور ایسا چلتا کہ بولنے والوں کو خاموش کر دیتا۔ ۲۵ ویں سلور جوبلی کانفرنس (کراچی) کے موقع پر سید وجاہت رسول قادری (صدر، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی، پاکستان) کو گولڈ میڈل دیا جارہا تھا تو وجاہت صاحب نے یہ خواہش ظاہر کی کہ میں پروفیسر مسعود صاحب کے ہاتھ سے گولڈ میڈل لوں گا۔ مسعود صاحب گولڈ میڈل دینے کے لیے نہ ہی اسٹیج پر آئے اور نہ ہی کیمرے کا سامنا کیا بلکہ سامعین کی صف میں بیٹھے ہوئے وہیں سے دے دیا۔ اس وقت میں نے یہ سوچا کہ کون سی ایسی قدآور شخصیت ہے جن سے وجاہت رسول صاحب نے گولڈ میڈل لینے کی خواہش ظاہر کی۔ مجھے ایسی بلند و بالا شخصیت کو دیکھنے کا تجسس پیدا ہوا اور پھر میری آنکھیں اس کانفرنس کے جمِ غفیر میں ایسی بلند و بالا شخصیت کو تلاش کرنے لگیں۔ بالآخر میں مسعود صاحب کے پاس گئی، وجاہت رسول قادری صاحب نے کہا، آپ ان سے دعائیں لے لیجیے۔ پھر کیا تھا، میں ان کے پاس گئی۔ انہوں نے نیچی نظروں سے میرا تعارف سنا اور دعائیں دیں۔ میں نے اپنی چھوٹی سی ڈائری نکالی اور حضرت کو بغرض آٹوگراف دیا۔ مرحوم مسعود صاحب نے اس پر خوبصورت سا دستخط اس انداز سے ثبت کیا جس میں بسم اللہ کی شباہت نظر آتی ہے جسے میں حرزِ جاں بنائے ہوئے ہوں۔ جب میں کراچی سے ہندوستان واپس آئی تو مسعود صاحب کی کتابوں کا مطالعہ کرنا شروع کیا تو اس بات کا اندازہ ہوا کہ واقعی یہ شخصیت بحرالعلوم ہے۔ عربی، اردو اور انگریزی، تینوں زبانوں میں آپ کی بیشتر تصانیف ہیں۔ آپ کا شمار ماہرینِ رضویات میں ہوتا ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ آپ اس سلسلے کی مضبوط کڑی تھی۔ مسعود صاحب کی وہ علمی شخصیت جن پر خود ان کے استاد پروفیسر غلام مصطفیٰ خاں (سندھ یونیورسٹی) کو بھی فخر تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

''میری پوری مدتِ ملازمت میں وہ میرے سب سے بہتر شاگرد رہے ہیں۔ میں ان پر بجا طور پر فخر کرسکتا ہوں۔ ان جیسے باوقار، باکردار اور باصلاحیت طلباء موجودہ حالات میں خال خال ہی نظر آتے ہیں۔ وہ ان محققین میں سے ہیں جن پر فضلاء اعتماد کرسکتے ہیں اور جن پر کسی یونیورسٹی کو فخر ہوسکتا ہے۔''

(امام احمد رضا اور مسعودِ ملت، ص:۱۱)

مرحوم مسعود صاحب نے ۱۹۷۰ء سے احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی پر لکھنا شروع کیا اور تادمِ مرگ لکھتے رہے۔ آپ ۱۹۷۰ء سے پہلے دوسرے موضوعات پر بھی لکھتے رہے، چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں:

''مرکزی مجلسِ رضا، لاہور کی تحریک اور اس کی مدد سے میں

☆ ریسرچ اسکالر، ڈپارٹمنٹ آف عربک، بنارس ہندو یونیورسٹی، وارانسی، یوپی، انڈیا

نے ۱۹۷۰ء میں اعلیٰ حضرت پر تحقیقی کام کا آغاز کیا۔''

(بحوالہ Neglected Genius of the East،
ناشر: مرکزی مجلسِ رضا، لاہور)

حالانکہ ڈاکٹر مسعود صاحب کا قلمی سفر ۱۹۵۶ء سے شروع ہو چکا تھا۔ آپ نے اپنا پہلا مقالہ اردو شاعر ولی دکنی اور انگریزی شاعر چاملر کے تقابلی جائزہ پر لکھ کر سندھ یونیورسٹی سے انعام حاصل کیا۔ ڈاکٹر صاحب کی بیشتر تصانیف احمد رضا فاضلِ بریلوی کے حوالے سے لکھتے رہے۔ انہوں نے بہت سی انگریزی کتب کے تراجم بھی کئے ہیں جو ادب، معاشیات اور اسلامیات سے متعلق ہیں۔ ان کے علاوہ انہوں نے مختلف علوم وفنون کی کتابوں پر مقدمے اور تبصرے بھی لکھے ہیں۔ ڈاکٹر مسعود صاحب نے مختلف موضوعات پر مختلف زبانوں میں تقریباً دو سو کتب و رسائل و مقالات تحریر کئے ہیں۔

(معارفِ رضا، کراچی، ص: ۲۰، اگست ۲۰۰۰ء)

آج مسعود صاحب ابدی نیند سو رہے ہیں لیکن ان کے قلم سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ ان کی حیاتِ جاودانی کی گواہی دے رہا ہے۔ آپ نے دینی، علمی اور ادبی، ہر موضوعات پر لکھا اور خوب لکھا۔ ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو صاحب لکھتے ہیں:

''پروفیسر مسعود احمد کا شمار ان فضلاء میں ہوتا ہے جو اپنی قابل قدر تصانیف اور اپنی علمی کارناموں کی وجہ سے دور دور تک شہرت رکھتے ہیں۔ ان کے قدر داں ان کے معتقدین، ہندوستان اور پاکستان میں ہی نہیں مشرق اوسط کے ممالک میں بھی پائے جاتے ہیں۔ جہاں مختلف موضوعات پر ان کی تصانیف شوق اور توجہ سے پڑھی جاتی ہیں۔ ان کی تصانیف کی تعداد سو (۱۰۰) سے زائد ہیں، جن میں چالیس کتابوں کے ترجمے دوسری زبانوں میں شائع ہو کر مختلف ملکوں میں پھیل گئے ہیں۔'' (امام احمد رضا اور مسعودِ ملت، ص: ۱۳)

مسعود صاحب کی رحلت سے جہاں علم و ادب کی دنیا میں ایک خلا پیدا ہو گیا ہے اور احمد رضا خاں بریلوی کی تصانیف و تالیف پر مسلسل اور انتھک عملی نقطۂ نظر سے کام کرنے والی ایک اہم علمی شخصیت کا فقدان ہو گیا ہے۔ وہاں وہ آنے والی نسلوں کو یہ پیغام دے گئے ہیں کہ انسان صورت سے نہیں بلکہ اپنی سیرت بالفاظ دیگر اپنے کارناموں کے سبب حیاتِ جاوید کا حق دار ہوتا ہے۔

سورج ہوں زندگی کی رمق چھوڑ جاؤں گا
گر ڈوب بھی گیا تو شفق چھوڑ جاؤں گا

پروفیسر مسعود صاحب کی شخصیت یقیناً اس شعر کی مصداق ہے۔

وفیات

فاٹا سے قومی اسمبلی کے ممبر اور جماعتِ اہلسنت، پاکستان کی سپریم کونسل کے رکن جناب صاحبزادہ نور الحق قادری کے بھائی جناب صاحبزادہ نور الدین قادری (خطیب زرگون مسجد، حیات آباد)، ان کے بہنوئی علامہ ہمایوں قادری (شیخ الحدیث، دار العلوم جنیدیہ غفوریہ، سینیٹر مولانا عبد المالک صاحب کے صاحبزادے) اور صاحبزادہ نور الحق قادری صاحب کے چچا علامہ عبد العظیم قادری (صدر، تنظیم المدارس اہلسنت، صوبۂ سرحد) کو ڈرائیور سمیت جمروت کے علاقہ میں چند شرپسند عناصر نے شہید کر دیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی کی مجلسِ عاملہ کے اراکین ان تمام مرحومین کے درجات کی بلندی کی دعا کرتے ہیں اور سوگواران سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔

حضرت مسعودِ ملت رحمہ اللہ تعالیٰ کی چند یادیں

از: خلیل احمد رانا

تقریباً ۳۰ سال پہلے کی بات ہے کہ احقر مرکزی مجلس رضا (لاہور) کا خادم تھا، حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمہ (م۔۱۹۹۹ء)، مجلس کی مطبوعات کے مسودے کتابت کے لئے احقر کے پاس بھیج دیتے تھے، یہ نا کارہ مسودات کی کتابت حضرت حاجی محمد صدیق فانی خوش نویس مرحوم (خانیوال) سے کرا کے اور پروف ریڈنگ کر کے لاہور بھیج دیتا، حضرت حکیم صاحب نے احقر کو فرمایا کہ آئندہ حضرت پروفیسر محمد مسعود احمد قبلہ کے مسودات کتابت کرا کے اُنہیں بھیج دیا کریں، میں نے حکم کی تعمیل کی، اس طرح حضرت انیس المساکین پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب علیہ الرحمہ سے قربت نصیب ہوئی، حضرت مسعودِ ملت علیہ الرحمہ نے تقریباً ڈیڑھ سو خطوط احقر کے نام لکھے، جن میں سے کچھ خطوط ''مکتوباتِ مسعودی'' مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل (کراچی) ۲۰۰۵ء کے صفحہ ۱۰۳ تا ۱۲۶ پر شائع ہو کر محفوظ ہو چکے ہیں۔

انہی دنوں حضرت نے خط کے ذریعے احقر کو اطلاع دی کہ میں فلاں تاریخ کو حکیم سیّد شوکت علی دہلوی، اندرون بوہڑ دروازہ (ملتان) آرہا ہوں، ہو سکے تو ملاقات کرلیں، آپ غالباً اپنی بچی کے رشتہ کے سلسلے میں تشریف لائے تھے، احقر اُس بتائی ہوئی تاریخ کو ملتان میں حکیم سید شوکت علی دہلوی صاحب قبلہ کے مطب پر حاضر ہوا، مطب سے مجھے حکیم صاحب کا ایک ملازم گھر لے گیا، حضرت مسعودِ ملت علیہ الرحمت بہت محبت سے ملے، بہت ہی شفقت فرمائی، چائے سے تواضع فرمائی اور اس ناکارہ کو بھائی کہہ کر بلایا، مسودات کی کتابت سے متعلق کچھ ہدایات فرمائیں، احقر نے کچھ دیر آپ کی صحبت بابرکت میں بیٹھ کر اجازت لی اور گھر چلا آیا۔

آپ کے اخلاق کریمانہ یاد رہیں گے، احقر کے والد ماجد فوت ہوئے تو حضرت مسعودِ ملت کی خدمت میں اطلاعاً خط لکھا، حضرت نے جواباً خط میں لکھا!

''یہ فراق عارضی ہے، اس فراق کا انجام وصال ہے، کیونکہ قیامت کے دن صالح اولاد کو والدین سے ملا دیا جائے گا''

احقر نے جواب میں لکھا کہ حضرت میں تو صالح نہیں ہوں، میں تو کلین شیو اور گنہگار انسان ہوں، حضرت مسعودِ ملت علیہ الرحمت نے پھر جواب میں فرمایا!

''والدین کو ایصالِ ثواب کرنا صالحیت (نیکی) ہی ہے''

اسی طرح جب احقر نے حضرت شیخ العرب والعجم مولانا ضیاء الدین احمد قادری مہاجر مدنی قدس سرہٗ العزیز خلیفہ مجاز امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہٗ کے حالات زندگی پر مشتمل کتاب ''انوارِ قطبِ مدینہ'' مرتب کر رہا تھا (تقریباً ۵۰۰ صفحات کی یہ کتاب مرکزی مجلس رضا، لاہور نے شائع کی تھی)، تو مجھے ایک رات خواب آیا کہ جیسے حج کا موسم ہے اور میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوں، حجاج اور زائرین کا بہت ہجوم ہے، پھر دیکھتا ہوں کہ ایک پندرہ ضرب پندرہ فٹ کا چبوترہ ہے، جس پر تین قبریں بنی ہیں، میں بھی زائرین کی بھیڑ میں سلام عرض کر کے قبر انور ﷺ کے پاس بیٹھ جاتا ہوں، مزار مبارک کی مٹی عطر میں خوب بھیگی ہوئی ہے، میں دائیں ہاتھ کے انگوٹھا سے مٹی مبارک کو کھرچ کر ایک کاغذ میں پڑیا بنا کر رکھ لیتا ہوں، اتنے میں آنکھ کھلی جاتی ہے، دل بہت مسرور ہوا کہ چلو ظاہری طور پر تو مدینہ طیبہ کی زیارت نہ کر سکا، خواب میں ہی دیکھنا نصیب تھا، صبح اُٹھ کر حضرت مسعودِ ملت علیہ الرحمہ کو خط لکھا کہ میں نے ایسے خواب دیکھا ہے، آپ نے جواب میں اس کی تعبیر یہ فرمائی کہ آپ کو حضور نبی کریم ﷺ کی طرف سے فیض عطا ہوگا۔ اللہ کریم اپنا فضل فرمائے۔

جب کتاب شائع ہوگئی تو آپ کو ارسال کی، آپ نے جواب میں فرمایا!

''تحفۂ مرغوب ''انوار قطب مدینہ'' نظر نواز ہوا، آپ کی کاوش قابل تحسین و آفریں ہے، مولیٰ تعالیٰ آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین! آپ نے بہت مفید اور اہم مواد جمع کر دیا ہے، اس سے آنے والا مورخ استفادہ کر سکے گا، ان شاء اللہ، اس نفیس تالیف پر احقر کی طرف سے دلی مبارکباد قبول فرمائیں''۔ (مکتوب محررہ ۵/فروری ۱۹۸۸ء، از ٹھٹھہ۔ سندھ)

غالباً ۲۹/اپریل کو احقر اپنے گاؤں میں گندم کی کٹائی میں مصروف تھا کہ بزرگوار حضرت قبلہ سید وجاہت رسول قادری صاحب مدظلہٗ نے فون پر حضرت مسعودِ ملت علیہ الرحمت کے وصال کی خبر دی، انا للہ وانا الیہ راجعون، احقر حضرت صاحبزادہ محمد مسرور احمد مسعودی دامت برکاتہم سے تعزیت کرتا ہے، حضرت صاحبزادہ مسرور احمد صاحب اپنی نسبی شرافت و بزرگی میں اپنے خاندان کے امین ہیں ماشاء اللہ، اللہ کریم سے دعا ہے کہ تمام اہل خاندان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

مسعودِ ملت حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ رحمۃ الرحمٰن۔ اخلاقِ عالیہ کے پیکر

سید محمد ریاست رسول قادری ☆

تھیں جو کل تک جلوہ افروزی سے شمعِ انجمن
آج وہ شکلیں چراغ، زیرِ داماں ہوگئیں

میں نہ کوئی ادیب ہوں اور نہ ہی میرے پاس کچھ علمی استعداد ہے، مگر ۲۸/اپریل ۲۰۰۸ء بروز منگل جب یہ دل ہلا دینے والی غمناک خبر ملی کہ حضرت قبلہ مسعودِ ملت اپنے پیارے حبیب سرکارِ دو عالم ﷺ کا دیدار کرنے کے لیے اس دنیا سے پردہ فرما گئے ہیں تو دل کو یقین نہ آیا اور انتہائی غمگین ہوگیا۔ سب کچھ ایک خواب ہوگیا۔ ابھی تو مسعودِ ملت ہمارے درمیان آفتاب و ماہتاب کی طرح بنفس نفیس موجود رہ کر ہماری رہنمائی اور سرپرستی فرما رہے تھے۔

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

اللہ عزوجل جب کسی بندے کو اپنا محبوب بنانا چاہتا ہے اور اس کو جلیل القدر اور عظیم دینی خدمات کے لیے منتخب کرنا چاہتا ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے "مجھ کو فلاں بندے سے محبت ہے، تم بھی اس سے محبت کرو۔" اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اس سے محبت ہو جاتی ہے۔ پھر وہ آسمان میں منادی کرتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کو فلاں سے محبت ہے لہٰذا تم سب بھی اس سے محبت کرو"۔ چنانچہ آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر روئے زمین میں بسنے والوں کے دلوں میں اس کی محبت اور مقبولیت رکھ دی جاتی ہے اور زمین پر رہنے والوں کے دل خود بخود اس کی طرف مائل ہوتے ہیں، انہیں مقربین اور محبوبین میں ماہرِ رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمہ کی ذات گرامی تھی جنہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ابتداء ہی سے دین و مسلک کی خدمت کے لیے منتخب کرلیا تھا! مگر مجدد قرن الماضیہ والحالیہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب محدثِ بریلوی علیہ الرحمہ کے عشق نے قبلہ مسعودِ ملت علیہ الرحمہ کو ولی وقت بنا دیا۔ آپ نے اپنی زندگی دین و مسلک بالخصوص رضویات کی نشر و اشاعت کے لیے وقف کردی تھی اور بحیثیت محقق ساری دنیا میں مشہور ہوگئے، بین الاقوامی شہرت یافتہ فضلاء و محققین نے آپ کی علمی تحقیقات کو سراہا ہے۔ آپ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے سرپرستِ اعلیٰ تھے اور آپ نے جدید تعلیم یافتہ طبقوں میں اعلیٰ حضرت کو متعارف کروانے اور جامعات کے اساتذہ اور محققین کو ان کی علمی، دینی اور ادبی خدمات پر ڈاکٹریٹ کروانے میں نہ صرف مدد فرمائی بلکہ خود ان کی سرپرستی و رہنمائی فرمائی۔ اہلِ سنت و جماعت کے لیے قبلہ ڈاکٹر صاحب مرحوم و مغفور کا یہ عظیم کارنامہ ان شاء اللہ رہتی دنیا تک ان کو زندۂ جاوید رکھے گا۔ جیسا کہ میں نے شروع میں ہی لکھا ہے کہ میں نہ ہی ادیب ہوں اور نہ ہی کچھ علمی استعداد رکھتا ہوں کہ ایسے عالمِ باعمل ولی وقت کی شان میں کچھ لکھ سکوں، ہاں مگر میرا ان خوش نصیبوں میں نام شامل ہے جن کو حضرت مسعودِ ملت کے قدموں میں بیٹھنے کی سعادت حاصل تھی۔ آپ ادارے اور میرے بڑے بھائی حضرت مولانا وجاہت رسول قادری صاحب کی نسبت سے مجھ سے بہت محبت فرماتے تھے اور اپنی دعاؤں سے نوازا کرتے تھے، انتہائی شفیق، مخلص اور سادہ انسان تھے۔ آپ کی زندگی میں کوئی بناوٹ نہ تھی۔ آپ کے گھر کئی بار جانے کا اتفاق ہوا۔ بڑی فقیرانہ، درویشانہ زندگی تھی۔ سادہ کمرہ، دری بچھی ہوئی، ایک چھوٹی میز قلم، دوات اور کتابوں کا ڈھیر۔ ادارے کی

☆ رکن مجلس عاملہ، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی

کئی نرم گرم میٹنگوں میں بھی آپ کے ساتھ بیٹھنے کی سعادت ملی۔ سب کو بڑے تحمل سے سننا، پھر مسکرا کر اپنا فیصلہ سنانا اور تمام لوگوں کا بے چون چرا اس پر عمل کرنا، یہ آپ کی ہمارے نزدیک بڑی کرامت تھی۔ انکساری کا یہ عالم کہ اپنی بیماری سے صحت پانے کے فوراً بعد ہمارے گھر بڑی گیارہویں شریف میں شریک ہونے کی حامی بھرلی۔ آپ تشریف لائے، بعد نماز مغرب تا رات ۱۲ بجے تک بیٹھے رہے۔ تقریر کی، میری بیٹی جویریہ فاطمہ کی آمین کروائی۔ پچھلے برس ہنگامے پھوٹ پڑے، پورے شہر میں آگ اور خون کا کھیل کھیلا جارہا تھا مگر آپ ہمارے محبّ الحاج عبداللطیف قادری صاحب کے گھر میلاد شریف میں تشریف لے گئے۔ آپ کا یہی انکسار، یہی کردار، یہی رویہ، یہی محبت، یہی حسنِ خلق اس بات کی گواہی ہے کہ آپ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد پر مکمل طور پر عامل تھے اور آپ کی اسی شان نے آپ کو ہم سب کے درمیان پیارا اور معظم بنادیا تھا۔ آج ہم اپنے آپ کو آپ کے پردہ فرمانے کے بعد یتیم محسوس کررہے ہیں مگر ہمیں یقین ہے کہ آپ کے فیوض و برکات آپ کے چاہنے والوں پر ہمیشہ جاری و ساری رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب سرکار دوعالم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے آپ کی قبر شریف کو اپنے نور سے منور کردے اور آپ کی قبر مین آپ کے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان صاحب محدثِ بریلوی قدس سرہٗ کا سلام گونجتا رہے۔ ان سے عشق کا آپ کو انعام تا صبحِ قیامت ملتا رہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے تمام گھر والوں کو صبرِ جمیل عطا کرے اور آپ کے صاحبزادے محبی و عزیزی محمد مسرور میاں زید مجدہٗ کو آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق اور آپ کے تمام مریدین و متعلقین کو صبر کے ساتھ آپ کے پیغام پر چلنے کی سعادت اور ہمیں ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم۔

وفیات

۱۔ انوارِ رضا اور ماہنامہ "سوئے حجاز" کے مدیرِ اعلیٰ ملک محبوب الرسول قادری کے والدِ ماجد جناب ملک عبدالرسول قادری ۲۹ ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ بمطابق ۶ مئی ۲۰۰۸ء کو جوہر آباد میں وصال فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کی عمر تقریباً ۸۰ سال تھی۔ وہ ۱۹۲۹ء میں جوہر آباد میں تاریخی بادشاہی مسجد کے خطیب اور عظیم روحانی شخصیت حضرت حافظ سید رسول نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ ایک مجاہد صفت بزرگ تھے۔ جامع مسجد غوثیہ، جوہر آباد میں آپ کی نمازِ جنازہ آستانۂ عالیہ بیریل شریف کے سجادہ نشین اور ادارۂ معین الاسلام کے بانی سربراہ صاحبزادہ پروفیسر محبوب حسین چشتی نے پڑھائی اور علماء و مشائخ کی کثیر تعداد سمیت ہزاروں افراد نے آپ کے جنازے میں شرکت کی۔

۲۔ جماعتِ اہلِ سنت کراچی کے امیر علامہ سید شاہ تراب الحق قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے برادرِ اکبر جناب شاہ سیف اللہ قادری صاحب بروز پیر ۱۹ مئی ۲۰۰۸ء مطابق ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ کو انتقال فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کی نمازِ جنازہ بروز بدھ ۲۱ مئی ۲۰۰۸ء کو صبح دس بجے جامع مسجد مدینہ، کورنگی، کراچی میں آپ کے برادرِ اصغر حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری مدظلہ نے پڑھائی۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی کے صدر صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری، جنرل سیکریٹری پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری و دیگر اراکینِ مجلسِ عاملہ نے مرحومین کے لواحقین سے دلی تعزیت اور رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے مرحومین کے درجات کی بلندی کی دعا فرمائی۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب علیہ الرحمہ کے

وصیت نامہ برائے تجہیز و تکفین

کے چند اہم نکات

۲۵ رشوال المکرّم ۱۴۲۷ھ / ۲۸ رنومبر ۲۰۰۶ء

☆ نزع کی علامات ظاہر ہوں تو چہرہ دائیں طرف قبلہ کی طرف کر دیں۔ کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت کا ورد کریں۔ سورہ یٰس اور سورہ رعد کی تلاوت کریں، حلق میں ٹھنڈا پانی ڈالیں، قریب خوشبو رکھ دیں۔

☆ دم نکلنے کے بعد بسم اللّٰہ و علی ملّتہ رسول اللّٰہ پڑھ کر کپڑے کی پٹی سے جبڑے باندھ دیں اور گرہ سر کے اوپر لگا دیں۔ پھر آنکھیں بند کر دیں اور جوڑ ڈھیلے کر کے ہاتھ پاؤں سیدھے کریں یعنی کلائیاں، کہنیوں تک لے جا کر اور پنڈلیاں رانوں تک لے جا کر سیدھا کر دیں۔

☆ نمازِ جنازہ عزیزم ابوالسرور محمد مسرور احمد سلمہٗ پڑھائیں یا صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر زید مجدہٗ۔ وہ نہ ہوں تو مفتی محمد جان مجددی نعیمی زید لطفہٗ پڑھائیں، علامہ مفتی محمد نصر اللہ خاں مدظلہ العالی موجود ہوں تو دعائے مغفرت فرمائیں۔

☆ تدفین کے بعد دعا میں صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری کو شریک کریں۔ پروفیسر مجید اللہ قادری اور جناب عبداللطیف قادری موجود رہیں۔

☆ صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر زید مجدہٗ اور مولانا جاوید اقبال مظہری تلقین کریں اور حضرت پیر فضل الرحمٰن مجددی اور حضرت پیر فضل ربی مجددی دعا فرمائیں۔

☆ تدفین کے بعد اور نمازِ جنازہ کے بعد حضرت پیر فضل ربی آغا مجددی، حضرت پیر فضل الرحمٰن آغا مجددی دعا فرمائیں۔

☆ قبر سنت کے مطابق بنائیں اور کتبہ پر ''پروفیسر ڈاکٹر'' نہ لکھیں کیوں کہ یہ القابات تبلیغِ دینِ مبین کے لیے اختیار کئے گئے تھے۔